حق طبع از روئے ایکٹ رجسٹری محفوظ ہے۔ کوئی صاحب مؤلف کی اجازت کے بغیر قصد طبع نفرمائیں

شرح آئینہ عجم

مؤلفہ

مولوی محمد چراغ صاحب جلالپوری سابق مدرس

درجہ اوّل دارالسلطنۃ کابل

بغرض افادہ طلبائے درجہ میٹرک

در اسلامیہ سٹیم پریس بھاٹی دروازہ لاہور باہتمام منظور الزمان مینجر زیور طبع پوشید

قیمت .... ۱۲ ؍

سید نور محمد قادری

شرح آئینہ عجم

مؤلفہ

مولوی محمد چراغ صاحب جلالپوری

سابق ملازم دولت افغانستان

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc. No. 18506
LAHORE.

باہتمام منشی محمد منظور الزمان [illegible] پریس [illegible] دروازہ لاہور میں

چھپا

محمد شریف [illegible] ساکن [illegible] ضلع جہلم

تقریظ از قلمِ جناب قاضی فضل حق صاحب ایم۔ اے منشی فاضل

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن) پروفیسر فارسی گورنمنٹ کالج لاہور

ترجمہ و شرحِ آئینہ عجم مولفہ مولوی محمد چراغ صاحب جلالپوری سابق رکنِ معارفِ افغانیہ کابل کا مسودہ میں نے غور سے دیکھا ہے۔ مولوی صاحب نے میٹریکولیشن کے امیدوار طلبہ کی مشکلات اور ضروریات کا خاص طور پر خیال کر کے بڑی محنت اور دِقت سے اصل کتاب کے مطالب کو حل کیا ہے ÷

کابل کے محکمہ تعلیم میں مدت تک تعلیم و تعلّم کی وجہ سے فارسی قریباً قریباً اُن کی مادری زبان ہو گئی ہے۔ اس لئے محاورۂ جدیدہ کے متعلق اُن کی رائے نہایت قابلِ وثوق ہے۔ مجھے یقین ہے کہ معلّمین اَور متعلمین اِس سے بہت مستفید ہوں گے ÷

دستخط

فضل حق۔ ۷-۱۰-۲۷

تقریظ از جناب فضیلت مآب مولوی اصغر علی صاحب روحی

ایم۔ او۔ ایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

میں نے اس شرح کورس فارسی مدخلہ نصابِ انٹرنیس کے بعض مقامات کا
مطالعہ کیا۔ میرے خیال میں مولوی محمد چراغ صاحب جلالپوری نے شرح نویسی کا حق ادا کر دیا
ہے تشریح الفاظ اور ترجمہ بامحاورہ ایسے طریق پر لکھے گئے ہیں جو امیدواران
امتحان کیلئے استادِ کامل کا کام دیتے ہیں اگرچہ پہلے بھی بعض اصحاب
نے اس کورس کے نوٹس شائع کئے ہیں مگر بعض وجوہ سے جن سے
صاحبانِ نظر مطالعہ کر کے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ یہ شرح ایک
مہتم بالشان خصوصیت رکھتی ہے میں خیال کرتا ہوں کہ
حضراتِ اساتذہ کے لئے بھی یہ شرح مفید ثابت ہو گی ؎

دستخط

اصغر علی روحی

تقریظ از جناب مولوی نجف علی خان صاحب سابق اتالیق اعلیحضرت امیر امان اللہ خان پادشاہ افغانستان

آئینہ عجم کی شرح مؤلفہ مولوی محمد چراغ صاحب جلالپوری کا مسودہ میں نے بالعموم نظر دیکھا بلکہ بعض مشکل مقامات کو غور سے پڑھا۔ اور میں نے دیکھا کہ مؤلف نے شرح کا حق کما حقہ ادا کیا ہے اور نہ صرف متعلمین بلکہ معلمین کی مشکلات کو بھی حل کر دیا ہے اس کتاب کے حصہ نثر کا صحیح ترجمہ و شرح بالخصوص وہی شخص کر سکتا ہے جو محاورات جدیدہ کو زبان فارسی سے واقف ہو اور چونکہ مولوی صاحب موصوف ایک اہل علم خاندان کے رکن ہونے کے علاوہ عرصہ دراز تک افغانستان کے صیغہ معارف (محکمہ تعلیم) میں ملازم رہ چکے ہیں اور جدیدہ فارسی کے محاورات سے پنجاب و ہندوستان کے اکثر معلمین کی نسبت بہت بڑھ کر واقف ہیں۔ اس لئے میری رائے میں یہ شرح اور شرحوں پر جو اس وقت تک لکھی جا چکی فوق رکھتی ہے۔

دستخط

نجف علی عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ملّت و دولتِ ایران

مضمونِ ہذا کا نویسندہ سید محمد علیؒ جمال زادہ اُن حریت پسند مُحبّان وطن علوم و فنونِ جدیدہ کی ماہر ترین ہستیوں میں سے ہے جنہوں نے اپنے وطن ایران میں "قدامت پرستی" سرمایہ داری، اور رشوت ستانی وغیرہ موانع ترقی کے برخلاف ہر قسم کا قلمی اور قولی جہاد کر کے ملک و ملت کے بیدار کرنے میں سعیٔ بلیغ کی۔

مصنف نے مضمونِ ہذا کو ایک یوروپین نقطۂ نگاہ سے اس طرح قلمبند کیا ہے کہ گویا مضمون نگار ایک نو وارد یوروپین ہے۔ جو ایران کے تمدّن کو صرف ظاہری نظر سے دیکھ سکتا ہے۔ اور حقیقتِ حال سے بالکل ناواقف ہے۔ حتےٰ کہ برقع پوش عورتوں کو مردوں سے تمیز نہیں کر سکتا۔ ایشیائی غیرت کا احساس نہ رکھتے ہوئے اپنے کسی ایرانی دوست سے استفسار کرتا ہے۔ "تُمہاری بی بی کہاں ہے؟" ایرانی درویشوں کی رَوضہ خوانی کو اوپرے Opera سے

الفاظ کے معانی و تشریحات

الفاظ و معانی و تشریحات

توسے = درمیان
اقلاً = کم از کم
درویش۔ مرثیہ خوان۔ ایران
میں لوگ مرثیہ خوانوں کو
تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں مگر مصنف نے جو اس
گروہ کو ننگِ قوم و ملت سمجھتا
ہے درویش مذکور کو گویا خیال
کرکے درویش کے معنے
آوازخوان یعنی گویا کئے ہیں
اور اسی لئے اُس نے درویش
کی مرثیہ خوانی کو ایسان کا
اُوپرا خیال کیا ہے۔
Opera = اوپیرا =
وہ تماشا گاہ جہیں صرف
گانا۔ بجانا ہوا کرتا ہے۔
Theatre = تیاتر =

الفاظ و معانی و تشریحات

بلیط = یا بلیت بمعنے ٹکٹ
یہ لفظ مفرّس ہے۔ بلفظ
فرانسیسی Billet کا
پرسبز = چونکہ ایران میں مرثیہ
خواں تقدیس کی نگاہ یعنے گویا
دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے ایران
ہمارے ہاں مذہبی پیشواؤں اور
سجادہ نشینوں کو دیکھا جاتا ہے
اس لئے وہ عموماً اپنے مخلصوں
اور ارادتمندوں کو کوئی سبز پتہ
یا کسے سبز رنگ کے کپڑے کا
ٹکڑا تبرّکاً دیتے ہیں۔ جس کو
مصنّف نے پر سبز کہہ کر
یورپین تماشاگاہوں کے
ٹکٹ کا قائمقام سمجھا ہے
کیونکہ لوگ یہ تبرّک لے کر
مرثیہ خوانوں کو کچھ نہ کچھ

الفاظ و معانی و تشریحات

زر نقد ہدیتہً نذر کر دیتے ہیں۔ جبکی مقدار اکثر اوقات بہت کم ہوتی ہے۔ اور جسکو مصنف نے قیمت ٹکٹ اوپرا سے تعبیر کیا ہے۔ چونکہ سامعین میں سے کئی ایک اشخاص ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو مرثیہ خوانی کے اختتام پر کچھ نقدی دیئے بغیر چلد یتے ہیں۔ اس لئے مصنف نے لکھا ہے۔ "مجبوری ہم نیست وادی وادئی نہ دادی نہ وادی"۔

دارا = رکھنے والا۔ مالک اسم فاعل ہے۔ بمعنے دارندہ اس کا مصدر داشتن ہے جیسے دانا بمعنے دانندہ و بینا بمعنے بینندہ۔

حدقہ۔ چشمخانہ۔

الفاظ و معانی و تشریحات

قسمت عمدہ مردم = لوگوں کا ایک معتد بہ حصہ یا گروہ۔

کیسۂ سیاہ = سیاہ رنگ کا تھیلا۔ چونکہ یوروپ میں برقع پوشی کی رسم قطعاً نہیں ہے۔ اس لئے مفروض یوروپین ایرانی عورتوں کے سیاہ برقع کو سیاہ رنگ کے تھیلے سے موسوم کرتا ہے +

روزنہ = روزن = سوراخ۔ اس میں ہ تصغیر کی ہے۔ یعنے بہت چھوٹی کھڑکی یا دریچہ یا سوراخ +

قہوہ خانہ = Coffee house ایسے دکان جہاں لوگ چاء و قہوہ وغیرہ کے لئے جایا کرتے ہیں۔ اور ایرانی عورتیں یا ایشیائی عورتیں پردہ کی خاطر وہاں جا نہیں سکتیں۔ مگر مفروض یوروپین یہ سمجھتا ہے کہ البتہ

الفاظ و تشریحات

ان کو قہوہ خانوں میں جانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

مجلس ہای عمومی پبلک جلسے مثلاً مجلس روضہ و عزا۔ ایامِ مُحرم میں جب شیعہ لوگ مرثیہ خوانی کی تقریب سے جمع ہوتے ہیں تو اس اجتماع کو مجلس کہتے ہیں۔

از قبیلِ مجلس روضہ و عزا = مرثیہ خوانی اور ماتم داری کی مجلسوں کے اقسام میں سے۔

تک تک = جُدا جُدا کہیں کہیں۔

مشہدی = جنہوں نے مشہد میں جاکر روضۂ امام رضاؑ کی زیارت کی ہو

الفاظ و تشریحات

کربلائی = جنہوں نے کربلائے معلّٰے (مشہد امام حسین رضؓ) کی زیارت کی ہو

تملک = ملکیت کر دینا۔

گندو = شہد کی مکھیوں کا چھتہ

بطورِ چکی خرید و فروش یعنے ایسے قسم کی خرید و فروخت جس میں سارے کے سارے چک یا حلقے کا ایک ہی دفعہ سودا کر دیتے ہیں۔

قبالہ کرد = خرید لیا۔ رجسٹری کرالیا۔

عرض و ناموس = ننگ و ناموس۔

سنگ و آجر = پتھر اور اینٹ۔

لک لک = ایک قسم کی مرغابی ہے۔ کلنگ۔

محرمانہ = بے تکلف۔

کھنڈر = پرانا۔ چھنچھر۔ ٹلی۔

نمبر صفحہ	الفاظ و تشریحات	نمبر صفحہ	الفاظ و تشریحات
	شیخ و اخوند = مذہبی پیشوا و علماء۔ برقت سے آورد رُلا دینا ہے۔ قمہ = ایک قسم کی چھری یا خنجر۔ انظار = جمع نظر۔ زیر سبیل در کردم مونچھوں تلے دبا دیا یعنی خاموش ہوگیا۔ سخن ناپیدا گفتم۔ بہر حیث = بہر حال بہر کیف۔ شست = انگوٹھا۔ سبابہ = شہادت کی انگلی مدخلیت تام - دخل کامل ٭ ریگ ہائی گردے گول گول سنگریزے۔ ٭		اِدارات دولتی۔ سرکاری دفاتر و محکمہ جات۔ جمع اِدارہ = دفتر ٭ اِیالات = جمع ایالت = صوبہ فراموش خانہ = فری میسن لاج - یہ ایک سِرّی مجلس ہے جسکی ابتداء فرنگستان میں ہوئی مگر اب تقریباً تمام دنیا میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس کے صحیح اصول اور قواعد و ضوابط سوائے اِسکے ممبروں کے کسی کو معلوم نہیں البتہ اخوت اور برادری اور باہمی ہمدردی اس کے مقاصد کا اصلِ اصول ہیں ٭ حرب = جنگ کلب الدولہ = دولت کا کتّا ٭ مقراض السلطنت۔ سلطنت کی قینچی ٭

نمبر صفحہ	الفاظ و تشریحات
	مواد = جمع مادہ۔ دفعہ (section)
	موادِ نظامنامہ = دفعاتِ دستور العمل +
	فلسفۂ نفع پرستی Utilitarianism وہ اصول ہے۔ جس کے رو سے تمام تمدنی اور سیاسی امور کی علتِ غائی جمہور انام کی بہبود اور آسائش بدرجۂ غایت ہونی چاہیئے +
	فیلسوفِ انگلیسی John Stuart Mill
	کشف کردہ = وضع کیا ہوا ایجاد کیا ہوا۔ دریافت کیا ہوا
	جدّ و جہد = پوری کوشش
	اکناف = جمع کنف بمعنے طرف و کنارہ +

ترجمہ

(صفحہ ۱) ایرانی عموماً میانہ قد اور گندمی رنگ کے ہوتے ہیں۔ باتیں بہت بناتے ہیں۔ مگر کام تھوڑا کرتے ہیں۔ نہایت خوش طبع اور زندہ دل ہیں۔ لیکن روتے بہت ہیں (یعنے بسبب کم دل ہونے کے جزوی تکلیف سے رو پڑتے ہیں۔ یہاں ایام محرم کے رونے کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ مقصد اُن کی عادات کے بیان کرنے سے ہے) اُن کی زبان ایسی میٹھی اور دلکش ہے۔ کہ سانپ کو اُس کے سوراخ سے باہر نکال لاتی ہے۔ (یعنی اپنی شیریں زبانی سے

اپنے دشمن کو دوست بنا لیتے ہیں)۔ مگر ایک نہایت عجیب بات اِس ملک میں یہ ہے۔ کہ گویا یہاں عورت کا وجود ہی نہیں ہے۔ گلی کوچوں میں چار پانچ سال عمر کی چھوٹی لڑکیاں تو دیکھی جاتی ہیں۔ مگر عورت کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ اس بارے میں میں جس قدر سوچتا ہوں۔ میری عقل کچھ کام نہیں دیتی۔ میں نے سُنا ہُوا تھا۔ کہ دنیا میں ایک عورتوں کا شہر ہے۔ جہاں کوئی مرد نہیں ہوتا مگر تمام عمر میں میں نے کبھی نہیں سنا کہ مردوں کا شہر بھی ہے ٭

یوروپ میں کہا جاتا ہے۔ کہ ایرانیوں میں سے ہر ایک شخص ایک حرم سرائے رکھتا ہے۔ جس میں عورتیں بھری پڑی ہوتی ہیں۔ فی الحقیقت میرے ہموطن (یعنے اہل یوروپ) دُنیا سے نہایت ہی بے خبر ہیں۔ ایران میں جہاں عورت مطلق دیکھنے میں نہیں آتی کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ وہاں ہر ایک شخص کا گھر عورتوں سے بھرپُور ہو۔ ایک روز میں نے بازار میں دیکھا کہ لوگ ایک ایسے شخص کے گرد جمع ہیں۔ جس کے سر کے بال لمبے لمبے ہیں۔ اور چہرہ پر کوئی بال نہیں ہے۔ (یعنے داڑھی موچھ کچھ نہیں رکھتا تھا) اور جس کا لباس دراز اور سفید تھا۔ اور کمربند ریشمی تھا۔ میں نے کہا یقیناً یہ کوئی عورت ہے۔ میں نہایت خوشی سے دوڑا کہ کم از کم ایک ایرانی عورت تو دیکھ لونگا۔ لیکن خیر۔ معلوم ہُوا کہ وہ (عورت نہیں بلکہ) درویش ہے۔ درویش یعنے گویا (مفروض یوروپین نے اس درویش کو دیکھ کر جو در اصل مرشد

خوان گروہ میں سے تھا۔ اور اُس کی روضہ خوانی یعنے مرثیہ خوانی سن کر یہ خیال کیا کہ وہ کوئی گویا ہے اِس لئے اُسے آواز خوان کہا) +

چونکہ ایران میں اوپرا اور تھیٹر نہیں ہیں گویئے (یعنی مرثیہ خوان) گلی کوچوں میں گاتے پھرتے ہیں (یعنے مرثیہ خوانی کرتے ہیں) اور ٹکٹ کی بجائے جو یوروپ کے تھیٹروں میں داخل ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ایران میں گویا لوگوں کو ایک سینر پر دیتا ہے۔ ایرانی اوپرے (یعنے مرثیہ خوانی) کے ٹکٹ کی قیمت (یعنے مرثیہ خوانوں کا نذرانہ) بھی بہت کم ہے۔ بلکہ مطلق مجبوری نہیں کیونکہ اگر تو نے کچھ دیدیا تو خوب اگر نہ دیا تو نہ سہی +

ایک دن میں نے ایک ایرانی سے جو میرا گہرا دوست تھا اور کئی ایک اولاد بھی رکھتا تھا۔ دریافت کیا کہ آخر آپ کی بی بی کہاں ہے۔ میں نے دیکھا کہ یہ بات سنتے ہی فوراً اُس کا چہرہ غضب سے سُرخ ہوگیا۔ اور اُس کی آنکھیں دیوانوں کی طرح چشم خانوں سے نکلی پڑتی تھیں اور اُس کا حال بالکل متغیر ہوگیا+ میں نے سمجھا کہ میں کسی بڑی بھاری خطا کا مرتکب ہوا ہوں۔ آخر میں نے عذر خواہی کی اور اُس دن سے سمجھ لیا۔ کہ اِس ملک میں نہ صرف عورت کا وجود ہی نہیں بلکہ عورت کا ذکر بھی زبان پر نہیں لایا جاسکتا +

ایک اور بات جو ایران میں نہایت عجیب ہے۔ یہ ہے۔ کہ لوگوں کی ایک معقول تعداد جو باشندگانِ ملک کے تقریباً

نصف کے برابر ہے۔ اپنے تئیں سر سے لیکر پاؤں تک ایک سیاہ تھیلے میں باندھے رکھتے ہیں۔ جتنے کہ سانس لینے کے لئے بھی کوئی سوراخ نہیں چھوڑتے اور اسی طرح اُن سیاہ تھیلوں میں (بند ہے بندہائے) گلی کوچوں میں آمد و رفت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی آواز کسی وقت بھی کسی کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیے (یعنے ہرگز نہیں پہنچتی) اور انہیں یہ حق مطلق حاصل نہیں ہے کہ تھوہ خانوں یا کسی اور ایسی جگہ میں داخل ہو سکیں۔ اُن کے حمام بھی مخصوص ہیں۔ اور پبلک جلسوں مثلاً مجلس مرثیہ خوانی اور مجلس ماتم داری میں بھی اُن کی جگہ خاص ہوتی ہے۔ یہ لوگ جب تک الگ الگ ہوں ان کی آواز ہرگز نہیں نکلتی لیکن جونہی کہ آپس میں مل بیٹھیں ایک عجیب شور و غل پیدا ہو جاتا ہے ٭

اب ہم چند باتیں مردوں کی بابت بیان کرتے ہیں۔ ایران کے مرد اپنے اپنے لباسِ سر (یعنے ہیڈ ڈریس) سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور تین بڑی جماعتوں پر منقسم ہیں۔ اور ہر ایک جماعت کی حالت اور کیفیت خاص ہے۔ حسبِ ذیل :۔ زرد کلاہ والے۔ سفید کلاہ والے اور سیاہ کلاہ والے ٭

جماعت اول جنہیں عموماً مشہدی اور کربلائی کہتے ہیں اور اکثر اُن میں سے رعیت کے لوگ اور خدمت پیشہ ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کیوں نذر مان رکھی ہے۔ کہ عمر بھر جہاں تک ہو سکے خوب محنت کرتے رہیں اور اپنی زحمت کا نتیجہ (یعنے کمائی) جو کچھ بھی ہو۔ اُن دوسری دو جماعتوں یعنی سفید کلاہ

والوں اور سیاہ کلاہ والوں کی خدمت میں پیش کر دیں۔ نوٹ [م]
سفید کلاہ والے اور سیاہ کلاہ والے ہمہ تن اسی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ کہ ان زرد کلاہ والوں کی بڑی تعداد اپنے قبضہ میں رکھیں اور ہمیشہ ان کی خرید و فروش میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان کی قیمت اس قدر ارزاں ہے کہ میں جب تک ایران میں مقیم رہا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ انہوں نے کسی کو فرداً فرداً خریدا یا بیچا ہو بلکہ جیسا کہ ہم یورپ میں شہد کی مکھیوں کا سودا ایک جا اُن کے چھتے سمیت کرتے ہیں۔ ایران میں بھی زرد کلاہ والوں کو اُن کے گھر بار اور گاؤں اور قصبہ سمیت یک جا کامل چک کی طرح خرید و فروش کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آج فلاں شخص نے فلاں گاؤں کو جس میں ایک سو گھر زرد کلاہ والوں کا تھا۔ اس قدر روپے کے عوض خرید لیا ۔

یہ زرد کلاہ والے آزادی اور برادری اور مساوات کی نعمت سے جس کا ذکر یورپ میں ہر جگہ ہوا کرتا ہے۔ اور اُس کا وجُود کہیں بھی نہیں ہے۔ کامل طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ مثلاً اُن کی آزادی اس حد تک ہے کہ وہ اپنے مال و متاع کو کم و بیش جو کچھ بھی ہو اور اپنے ننگ و ناموس حتّٰے کہ اپنی جان اور اپنے اہل و

(نوٹ) یہ صرف مصنف کا ملیح طرزِ بیان ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح یورپ بلکہ تمام ممالک میں مزدور پیشہ لوگوں کی کمائی خود بخود سرمایہ داروں کے جیبوں میں چلی آتی ہے۔ ویسے ہی ایران میں زرد کلاہ والوں کی عرق ریزی یعنے محنت کا پھل دوسری دونوں جماعتیں نوشِ جان کر جاتی ہیں ۔

لیال کو بھی اگر سیاہ کلاہ والوں اور سفید کلاہ والوں پر فدا کردیں۔ تو کوئی اُن کو روکنے والا نہیں ہوتا اور ایسا ہی اُن کی مساوات کا یہ حال ہے کہ اگر تم فی الواقع اُن میں کے ایک ہزار لوگوں میں بھی پھر کر دیکھو تو تمہیں ایک شخص بھی ایسا نہ ملیگا۔ جس کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جو دوسرے کے پاس نہ ہو۔ اور مفلسی اور ناداری میں مساوات کی نعمت سے کامل طور پر فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ حتّٰے کہ جس وقت مرتے ہیں۔ کسی ایک کی قبر پر پتھر اور اینٹ اور قبر کا نشان باقی نہیں چھوڑتے اور بہت مدت نہیں گزرنے پاتی کہ ہوا اور بارش سے اُن کی قبر کا نشان بالکل محو ہو جاتا ہے۔ اور سب خاک کے ساتھ برابر ہو جاتے ہیں۔ لیکن برادری کے بارہ میں یہاں تک ترقی کر رکھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو "داش" کہکر پکارتے ہیں۔ اور لفظ "داش" کے معنی ہی بھائی کے ہیں۔ (**نوٹ**:۔ اس پیرا گراف میں مصنّف نے سرکاری حکّام اور مذہبی پیشواؤں کی رشوت خوری اور جلبِ زر (روپیہ بٹورنے) کو طنزاً بیان کیا ہے اور عامۂ رعیّت کے سخت افلاس اور حقوقِ انسانیت کے عدمِ احساس کو ظاہر کیا ہے)

اب ہم سفید کلاہ والوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو شُیُخ اور اُخونڈ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ عوام الناس میں خاص عزت رکھتے ہیں! چونکہ اُن کی شناخت کا نشان اُن کا کُلاہ یعنی لباسِ سر ہے۔ جو کپڑا اُن کے ہاتھ لگتا ہے۔ اُسے اپنے سر پر لپیٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسا مینار سا بن جاتا ہے۔ جس پر

ایک لک لک کا گھونسلہ ہو۔ ایک دِن میں نے ایک ایرانی سے بے تکلّف سوال کیا کہ یہ لوگ کیوں اِس طرح اپنے سر کو ایسے لباس سے ڈھانکے رکھتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب کوئی اُنگلی زخمی ہو جاتی ہے۔ تو اُس پر ایک پُرانا چیتھڑا لپیٹ دیتے ہیں۔ شاید ان لوگوں کے مغز میں بھی کوئی نقص ہوگا اور وہ نہیں چاہتے کہ باہر سے آزادی کی ہوا اپنے مغز تک پہنچنے دیں۔ (نوٹ:۔ وہ ایسے جامد اور قدیم الخیال اور پُرانی لکیر کے فقیر ہیں کہ خیالاتِ جدیدۂ قوم و ملّت سے سراسر بے خبر بلکہ نفور ہیں)

یہ سفید کلاہ والے اِس قدر با وِقار اور خود دار ہوتے ہیں۔ کہ جس وقت گلی کُوچوں سے گزرتے ہیں انسان خواہ مخواہ اُن کو سلام کہہ دیتا ہے۔ لیکن باوجود اِس کے سال میں ایک دو مہینے ایسے آتے ہیں۔ جن میں اُن کے دِماغ پر جنون کا حملہ ہو جاتا ہے اور گھوڑے اور گدھے اور خچر پر سوار ہو کر رات دن پُورے چوبیس گھنٹے پا بہ رکاب گلی کُوچوں میں پھرتے اور اِس قدر واویلا کرتے ہیں۔ کہ لوگوں پر اِن کی حالت سے رِقّت طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہوتے ہوتے ہر طرف سے رونے پیٹنے کی آواز بلند ہو پڑتی ہے۔ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ کہ زرد کُلاہ والے جو ہر حالت میں دوسرے دو طبقوں کی خدمت کے لئے اپنی جان و مال فِدا کرنے کے لئے حاضر رہتے ہیں۔ اپنی گردنوں میں کفن ڈالے ہوئے اور ایک خاص قِسم کی چھوٹی سی تلوار جسے قمہ (خنجر) کہتے ہیں۔ ہاتھ میں لئے ہوئے سر اور منہ کو زخمی کر ڈالتے ہیں۔

اور ہر کوچہ و بازار میں خُون بہ نکلتا ہے۔ (نوٹ: مصنف یورپین نگاہ سے ایام محرم میں ان لوگوں کی ماتم داری کو دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو جنون ہو گیا ہے۔ اور در اصل ایک روشن خیال شخص ہونے کے سبب ان کے اس فعل کو ایک حرکت مجنونانہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتا) +

میں جب تک ایران میں رہا ہمیشہ میرے دل میں آرزو رہی کہ میں ان سفید کُلاہ والوں کے شغل اور کام کی کیفیت معلوم کروں۔ لیکن آخر تک کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن خواہ کچھ بھی ہو کوئی خفیہ شُغل ہوگا۔ جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل عمل میں آتا ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ کوئی ہاتھ کی صنعت ہے۔ ایک دن میں نے اپنے ایک ایراتی آشنا سے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ سفید کلاہ والے کوئی دستی صنعت تو رکھتے ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کونسی صنعت ہے۔ اُس نے کہا ایک بڑی بھاری سی صنعت ہے۔ جس کے سائے میں دولتِ ایران زندہ اور باقی ہے۔ ورنہ اگر یہ صنعت نہ ہوتی تو تمام کاموں کا شیرازہ بکھر جاتا۔ پھر میں نے پُوچھا کہ اِس بڑی بھاری صنعت کا نام کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ رشوتؔ۔ اِس جواب سے میں بہت شرمسار ہوا اور (میں نے چاہا کہ) میں اُس کو کہوں۔ کہ میں اس لفظ کے معنے نہیں جانتا۔ اور میں اپنی بات کو مُوچھوں تلے دبا گیا۔ (یعنے میں خاموش رہا) اور ابھی مجھے اُس لفظ کے معنے معلوم نہ ہوئے تھے کہ جب اُسی سلسلۂ گفتگو میں میں نے کہا۔ ہاں میں

نے دیکھا ہے۔ کہ عموماً اِن سفید کلاہ والوں کے ہاتھ سرخ ہوتے ہیں۔ بے شک یہ اسی صنعت کا اثر ہوگا۔ جو تو نے بیان کی ہے۔ اس پر اُس نے جواب دیا کہ نہیں یہ تو لوگوں کے دل کے خون کی سُرخی ہے۔ لیکن بعد ازاں میں نے سمجھا کہ اُس نے جو کچھ کہا تھا۔ بے ساختہ کہہ دیا تھا۔ حالانکہ اُن کے ہاتھ کی سُرخی حنا سے تھی اس لئے میرا عقیدہ اُس کی دوسری باتوں کے متعلق بھی سُست ہوگیا۔ بہر صورت صنعتِ مذکورہ جو کچھ بھی ہو۔ انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کا اُس میں پُورا پُورا دخل ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اِن دو انگلیوں کو ورزش اور مشق کراتے رہیں اور اِسی ارادے سے گول گول سنگریزوں کو سُوراخ کرکے اُن میں ڈورا ڈال کر دِن رات انہی دو انگلیوں میں پھراتے رہتے ہیں۔ تاکہ اُنگلیوں میں قوت پیدا ہو۔ **نوٹ:**۔ اس پیرا گراف میں مصنف نے طائفہ علماء و مشائخ کی نسبت یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ محض کاہل اور بیکار رہتے ہیں۔ اور عوام الناس سے بصورت نذر و نیاز روپیہ بٹور کر ہر طرح کا عیش کرتے ہیں۔ عدمِ جواز بلکہ حُرمت کے لحاظ سے مصنف اِس روپیہ کو بھی رشوت سے کم خیال نہیں کرتا اور اِسی لئے اُن کے ہاتھوں کی حنا کی سُرخی کو بے اختیار لوگوں کے خونِ دل سے تشبیہ دیتا ہے۔ اور مزید براں اُن کی مکاری اور مردم فریبی پہ روشنی ڈالتے ہوئے اُن کی تسبیح گردانی پر استہزا کرتا ہے۔ اور انہیں اس مقولے کا صحیح مصداق سمجھتا ہے۔ اَلْفَمُ یُسَبِّحُ وَالْقَلْبُ یُدَبِّرُ (منہ تو تسبیحیں پڑھتا ہے۔ اور

دل ذبح کرتا ہے)

اب ہم تیسری جماعت یعنے سیاہ کلاہ والوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں خود ایران میں لوگ "خان" کہتے ہیں۔ سلطنت کے تمام محکمہ جات خواہ نفسِ مرکز (یعنے دار السلطنت) میں ہوں خواہ صوبوں اور علاقوں میں ہوں اسی جماعت کے ہاتھ میں ہیں۔ ان لوگوں کی ایک بڑی بھاری انجمن ہے۔ جو فریمسنری لاج کی طرح ہے۔ اور جس میں صرف اسی جماعت کے لوگ داخل ہیں۔ اس انجمن کا نام دیوان ہے۔ اور یہ کلمہ لفظ "دیو" سے مشتق ہے۔ اور ایرانی افسانوں میں یہ بات مشہور و معروف ہے۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ دیو کا کام کجی (یعنے ٹیڑھاپن) ہے۔ یعنے بطور مثال اگر تو دیو کے ساتھ بھلائی کرے۔ تو تو اُس کا سب سے پہلا لقمہ ہوگا۔ اگر تو اُس سے سچ کہے تو وُہ تیرا دشمن ہو جائیگا۔ اور اگر جھوٹھ کہے تو تیرا دوست بن جائے گا۔ چونکہ یہ سیاہ کلاہ والے اسی قسم کے لوگ ہیں۔ اور اُن کے کام ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ اس لئے اسی مناسبت سے اُنہوں نے اپنی انجمن کا نام دیوان رکھ چھوڑا ہے +

اگر کوئی شخص اس انجمن کا ممبر بننا چاہے۔ تو اُسے چاہئے کہ پہلے اپنے نام کو بدل دے۔ اور اکثر نئے نام جو اس انجمن کے ممبروں کو دیئے جاتے ہیں۔ حیوانات کے نام یا آلاتِ جنگ کے نام ہیں۔ مثلاً کلب الدولہ (دولت کا کتا) اور مقراض السلطنت (سلطنت کی قینچی)۔ انجمن مذکورہ کے دستور العمل کی ایک دفعہ

کے رو سے اس جماعت کے لوگ اپنے ذاتی فائدے کے سوا
ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے اور شخصی نفع کے بغیر کوئی بات
نہیں کرتے۔ میں نے سُنا تھا کہ انگلستان میں ایک انگریز فلسفی
نے نفع پرستی کا فلسفہ دریافت کیا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے
کہ اُس انگریز فلسفی کے دادا نے بھی دنیا میں قدم نہ رکھا ہوگا
جب کہ یہ فلسفہ ایران میں ترقی کے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اور صفحہ ۹
یہ اس دعوی کی ایک اور دلیل ہے۔ کہ یورپ کا تمام نور اور تمدن
(Light and civilization) مشرقی زمین (یعنے ایشیا)
سے آیا ہے۔

ان سیاہ کلاہ والوں کی ہمہ تن کوشش اسی میں ہے۔ کہ
تمام ملک ایران میں امن اور آرام قایم رہے۔ اور چونکہ
جانتے ہیں کہ ہر قسم کی آفتیں اور مخالفتیں روپے سے پیدا
ہوتی ہیں۔ اُن کی کوشش سراسر اسی بات میں مصروف رہتی
ہے۔ کہ روپیہ کسی شخص کے پاس نہ رہے۔ اور جہاں کہیں اُنہیں
سُراغ ملتا ہے۔ اُسے ضبط کر لیتے ہیں۔ اور اس مقصد کے حاصل
کرنے کے لئے ہمیشہ اپنے کارندوں کو مُلک کے اطراف وجوانب
میں بھیجتے رہتے ہیں۔ اور ہر ممکن ذریعہ سے کسی شخص کے پاس
روپیہ جمع ہونے نہیں دیتے۔

نوٹ:۔ آخری تینوں پیراگرافوں میں مصنف نے چھوٹے بڑے
حکام اور اہل کاران وفائز سرکاری کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی
رشوت ستانی اور رعیت آزاری کو ظاہر کیا ہے۔ کہ ان سب کے

مفاد ایسے مشترک اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ کہ گویا وہ ایک خفیہ مجلس کے ارکان ہیں۔ جس کے اسرارِ خاص سے مجلس فری میسن کی طرح کوئی دوسرا شخص باخبر نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ تمام سرکاری عہدہ داروں اور اہلکاروں پر اصطلاحِ ایران میں لفظ "دیوان" کا اطلاق پاتا ہے۔ اس لئے مصنّف نے طنزاً اِس لفظ کو بہ سبب اُن کی مردم آزاری کے "دیو" سے مشتق قرار دیا ہے۔ اور اسی لحاظ سے اور نیز اس وجہ سے کہ اُن کا وجود خود سلطنت کے لئے بھی مضر ثابت ہوتا ہے۔ اُن کے لئے کلب الدولہ اور مقراض السلطنت وغیرہ القاب بجائے اُن کے اصلی القاب کے جو اُن کو گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں۔ طنزاً تجویز کئے ہیں۔ Light comes from the East. مشہور مقولہ ہے۔ کہ آفتاب کی روشنی تو مشرق سے آیا ہی کرتی ہے۔ مگر علم و فضل کی روشنی بھی یوروپ میں مشرق سے آئی ہے۔ مصنّف نے ایرانیوں کے جایز و ناجایز ذرایعہ سے پیسہ بٹورنے کو طنزاً نفع پرستی قرار دیا ہے۔ جس کے فلسفے پر عمل در آمد کر کے ایرانیوں نے جان سٹوئرٹ مل کے دادا کے عالمِ وجود میں آنے سے پیشتر یعنے قدیم الایام میں ہی۔ اِس فلسفے کو ترقی کے انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ گویا کہ ایک اور دلیل پیدا کر لی ہے۔ جو مقولۂ مذکورہ کی مصدّق ہے۔ آخر میں مصنف نے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ سرکاری حکّام اور اہلکار عامۂ رعیّت سے ہر جائز اور ناجائز طریق سے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ اور رعیّت مارے افلاس کے اِس قدر دبی ہوئی ہے۔ کہ کوئی فرد

رعیت اُن کے مظالم کے بر خلافِ صدائے احتجاج بلند نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنی مظلومیت کا اُنہیں احساس تک بھی نہیں، اور جب احساس ہی نہ ہو تو حقوق طلبی کے لئے شورش کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا ✦

ایک چھوٹا سا ناول

زیور کی حرص اور مانگی ہوئی زینت کی بلا

ماطلید

تذکرۂ مصنف:۔ محمود طرزی صاحب موجودہ حکومتِ افغانستان کی وزارت کے ایک رکن رکین ہیں۔ سیاسیات اور ادبیات میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے ملکِ شام میں تعلیم پائی اور چند ایک فرانسیسی اور ترکی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ افغانستان کے سب سے پہلے جریدے سراج الاخبار کے دیر تک مدیر یعنے ایڈیٹر رہے۔ مرکبِ محمود طرزی میں اضافت النبی ہے۔ یعنی طرزی کا بیٹا محمود۔ طرزی ان کے والد مرحوم سردار غلام محمد خاں کا تخلص تھا جو فارسی زبان کے بڑے بھارے ادیب اور شاعر تھے۔ محمود طرزی صاحب افغانستان کے شاہی خاندان کے ایک رکن ہیں اور اعلیٰ حضرت امان اللہ خاں غازی بادشاہ

افغانستان کے خسر بھی ہیں +

معانی الفاظ و تشریحات

نمبر	الفاظ و معانی
	رومان = ناول - قصہ - کہانی یہ لفظ مفرّس ہے - فرانسیسی لفظ Romane ہے جسکا انگریزی مرادف Romance ہے
	صُلب = پُشت - پیٹھ
	اِزدواج = بیاہ - شادی
	فرقۂ عسکریہ = فوجی جماعت
صفحہ ۱	سفرہ ہائے باتزئین پر تکلّف دستر خوان - زینت ناک دستر خوان +
	البسہ - جمع لباس
	ہیجان - جوش
	شبِ موعود - مقررہ رات
	حزن و کدر - رنج و غم

ترجمہ

(ایک چھوٹا سا ناول)

زیور کی حرص اور مانگی ہوئی سجاوٹ کی مصیبت

ماطلید - نام ایک پری صورت لڑکی تھی - جو خدا کے دیے ہوئے سادے حسن اور خوبصورتی کے سوا کوئی زیور یا ظاہری اور بناوٹی زینت نہ رکھتی تھی - کیونکہ بدبختی سے وہ ایک مختلج اور مفلس باپ کی پیٹھ سے دُنیا میں آئی تھی (یعنی پیدا ہوئی تھی) - اگر کبھی اقسام شادی اور ضیافت

لفظ و معنے و تشریحات

اسف خوانی = افسوس کرنا

سائر = تمام =

غرقۂ مسرت = نہایت خوش
خوشی میں غرق +

موفق = توفیق دیا گیا۔ اسم مفعول
مصدر توفیق +

آلاتِ سرود و طرب =
گانے بجانے کے آلات

اسبابِ موجبۂ یاس دکدر
غم و اندوہ کے پیدا کرنے
والے اسباب +

اسباب = جمع سبب +

ماوام = مفرس ہے میہم سے

مشونیت = تواضع +

کرۂ الماس نشان = ایسا
کڑا (کنگن) جس پر ہیرے
جڑے ہوں +

لاجرم = لفظ عربی۔ لاچار، ناچار

محفظہ و ڈبیہ = صندوق
اسم ظرف ہے۔ اصلی لفظ محفظ

ترجمہ

وغیرہ کی بڑی بڑی مجلسوں میں
بُلائی جاتی تو اِس قسم کا زیور اور
بناؤ سنگھار جو اُس کے حسن و
جمال کو دو چند کر دکھائے ہرگز نہ
رکھتی تھی۔ جیسے مال و دولت
سے بے بہرہ تھی۔ ویسے ہی
اُس کو شاندار اور دولت مند
گھرانوں میں بیاہے جانے کی
قطعًا کوئی امید نہ تھی۔

بیچاری کیا کرتی؟ آخر کار فوجی
جماعت کے ایک ادنیٰ درجے کے
افسر کے ساتھ نکاح کر لیا۔ چونکہ
اپنی خواہشوں اور امنگوں کی مراد
کو نہ پہنچی تھی۔ اس لئے اپنی زیست
کے دنوں کو ایک نہایت سادہ
زندگی اور نہایت ادنیٰ درجے کے
لباس اور خوراک اور رنج و غم
سے بسر کرنا شروع کیا۔

جس وقت کھانے کے دسترخوان
پہ بیٹھتی اور اپنے دسترخوان کے

الفاظ معہ تشریحات

ہے (یعنے حفاظت کی جگہ)
اور چہ تصغیر کی علامت ہے
سنجاب و سمور = بیش قیمت
پوستین کے اقسام سے ہیں
عرابہ = گاڑی - کالسکہ +
مَنصُوب = اسم مفعول مصدر
نصب = لگاتا - جڑنا (جڑا ہوا)
بدقت تمام = نہایت غور و
باریک بینی سے +
نردبان = زینہ - سیڑھی -
نظارت = ہر محکمہ کے وزیر
کے دفتر کو نظارت کہتے ہیں
نظارت ضبطہ = وزارت
پولیس کا دفتر +
تفسیدہ = جھلسا ہوا +
ساقِ گلبن = گلاب کے
پودے کی شاخ +
ساق = پنڈلی - تنہ
Trunk
نظیرہ = جوڑا - ثانی +

حلقہ"

ترجمہ

میز پوش table cloth کو
جو تین دن تک بدلا نہ جاتا دیکھتی -
اور جب اُس کا شوہر شوربے کے
پیالے کو پیچھے سے ہٹا کر نہایت شوق
سے شکر کرتا ہوا پی جاتا تو اُس وقت
دولتمندوں کے رنگا رنگ نفیس کھانے
اور سجے ہوئے دسترخوان اور چاندی
کے برتنوں کو تصور میں لاتی تو اُس
کی اشتہا (بھوک) اُس سے کوسوں
بھاگ جاتی - الغرض اس بیچاری
کے پاس کسی قسم کے جواہرات اور
لباسِ فاخرہ اور زیور و زینت کے
تمام ضروری سامانوں میں سے کچھ
بھی نہ تھا - اور رات دن اِسی
بات کو دل میں بچارتی ہوئی غمگین
رہتی تھی +
غریب ماطلید کی ایک مہربان
سہیلی تھی - اور اِن دونوں نے ایک ہی
مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی - اور
مذکورہ بالا لڑکی ایک دولتمند گھرانے

معنے والفاظ وتشریحات

فرانک = مفرس ہے فرینک سے
frank
بالغ نمی شد = نہیں پہنچتا تھا +
سودِ فاحش = بھاری سود +
نافرجام = نامبارک +
محقر = حقیر - ادنے +
خدماتِ بیتیہ = گھر کا کام کاج
آتش پزی = باورچی گری +
خدماتِ شاقہ = دشوار کام +
مالوف = عادی - اسم مفعول
از اُلفت +
فلوس = پیسہ - روپیہ +
سبد = ٹوکری +
مجادلہ = جھگڑا - بر لفظ جدال
سے مشتق ہے +
کسبِ تنفس = ہوا خوری +
لاابالیانہ = بے پرواہی سے
بے تکلفی سے +
فلاکت = بدبختی +
سعادت = خوش نصیبی +

ترجمہ

میں سے تھی - ماطلید کو اپنی اس سہیلی کی ملاقات کی کچھ خواہش نہ تھی - کیونکہ جب کبھی اس سے ملتی تو اُسے ہیروں اور بیحساب بناؤ سنگھار میں ڈوبے ہوئے پاتی - اور اس سبب سے اُس کی ہوا و ہوس اور اُس کا غم و اندوہ جس کی وجہ پرلے درجے کا افلاس تھا - زیادہ ہو جاتا اور اُس رات اُس کا آرام بالکل گم ہو جاتا - اور غم اور مصیبت کی وجہ سے روتی رہتی - ایک رات اُس کا خاوند خوش خوش گھر میں داخل ہوا اور ماطلید کو مخاطب ہو کر کہنے لگا -

اَی میری جان ماطلید! دیکھ کہ میں تیرے لئے کیسا اچھا تحفہ لایا ہوں - یہ کہکر اُس کاغذ کو جو اُسکے ہاتھ میں تھا - اپنے چاند کے مکھڑے والی بی بی کے ہاتھ میں دے دیا - ماطلید نے نہایت جوش کے

نمبر صفحہ	الفاظ و معنے و تشریحات
	مبہوت = بیہوش۔گھبرایا ہُوا
	بلیتہ = ناگاہ ظہور = ناگہانی بلا +

ترجمہ

ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ اور کاغذِ مذکور میں یہ لکھا ہوا تھا +

"جناب.........!! اسی مہینے کی اٹھارویں تاریخ کو ہمارے گھر میں رسمِ شادی کی ادائگی قرار پائی ہے۔ اِس لئے امید کی جاتی ہے۔ کہ آنجناب مع (اپنی زوجۂ محترمہ) میڈم ماطلید کے مقررہ رات کو ہمارے گھر میں تشریف لائیں"

جب میڈم ماطلید نے اُس خط کو پڑھ کر تمام کیا۔ تو اُس کے چاند جیسے چہرے پر رنج و غم کے آثار (علامات) نمایاں ہوئے۔ اور اُس خط کو ایک طرف پھینک دیا۔ اور اپنے شوہر کو اُسکے نام سے مخاطب کرکے کہا۔ "مجھے اس قسم کی دعوت کے رقعوں سے کیا کام؟" نحو

اُس کے شوہر کو یہ خیال تھا۔ کہ چونکہ اُس کی بیوی بہت مدت سے ایسی دعوتوں اور مجلسوں میں نہیں گئی۔ اب اس رقعۂ دعوت کو دیکھ کر بہت شکر گزار اور خوش ہوگی۔ (مگر) جب اُس نے اپنے خیال کے برخلاف۔ بجائے خوشی اور خرّمی کے حسرت اور افسوس کا اظہار سُنا تو ماطلید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تُمہری پیاری! میری پیاری بی بی!!۔ میرا خیال تھا۔ کہ اِس خبر سے جو میں لایا ہوں تُو بہت شکر گزار اور خوش ہوگی۔ کیونکہ بہت مُدّت سے تو کسی جلسے اور شادی اور خوشی کی مجلس میں نہیں گئی۔ لیکن تو میری اُمید کے برخلاف اس خبر سے فکرمند اور

اور مغموم ہو گئی ہے۔ اے میری دلربا بی بی! ہم اِس بیاہ کی مجلس
میں جائیں گے۔ اور چند گھنٹے راحت اور خوشی سے بسر کرینگے۔ کیونکہ
جس وقت میں تجھے خوش و خُرّم دیکھتا ہوں۔ اُس سے بہتر میرے
لئے کوئی گھڑی نہیں ہوتی۔

جب ماطلید کا شوہر اپنی بیوی سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ تو وہ تعجب
کے ساتھ حیرت بھری نگاہوں سے اُس کے مُنہ کو دیکھ رہی تھی۔
آخر کار بول اُٹھی "بہت اچھا۔ ہم جائینگے۔ جانا تو آسان ہے۔ لیکن
کیا۔ تو اِس بات کو خیال میں نہیں لاتا کہ میں پہنوں گی کیا"؟۔
صفحہ۱۲ بے شک یہ بات اُس کے شوہر کو خیال میں مطلق نہ آئی
تھی۔ بیچاری ماطلید کے پھول جیسے رُخساروں پر حسرت کے آنسوؤں
کے موتیوں جیسے قطرے دوڑنے لگے۔ اور اُس کا شوہر بھی اپنے
آپ کو ضبط نہ کر سکا۔ اور اُس کے ساتھ رونے لگ گیا۔ اور ایک لحظہ
کے بعد صرف اِس قدر کہہ سکا۔ "کیوں میری جان! کیوں روتی ہو؟)
اے میری دلبر نہ رو! کہ میرے دِل کو ٹکڑے ٹکڑے کیئے دیتی ہو۔
ماطلید نے بھی اپنی طبیعت پر جبر کر کے کوشش کی کہ اپنی بیقراری
کو چھپائے۔ اور اپنی آنسو بھری آنکھوں کو صاف کر کے کہا:

"کیوں نہ روؤں جبکہ اِس مجلس میں جانے کے لئے لباس
اور زیب و زینت کے سامان میں سے کچھ بھی میرے پاس
نہیں ہے تو اتنے بڑے جلسے میں اپنے پھٹے پرانے لباس کے
ساتھ کس طرح اپنے آپ کو ظاہر کروں؟ اے میرے مالک!
رقعۂ دعوت مذکورہ اپنے دوستوں میں سے کسی ایسے شخص

کو دیدو۔ جس کی بیوی وہاں جانے کا مقدور رکھتی ہو ٭

اُس کے شوہر پر اِس بات کا نہایت گہرا اثر ہوا اور کہنے لگا "اے میری ماطلیدہ۔ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ میں تجھے غمناک اور رنجیدہ خاطر دیکھوں۔ اس لئے اندازہ لگا۔ کہ اِس مجلس میں جانے کے لئے جس لباس کی تجھے ضرورت ہے۔ کتنے پونڈوں سے دستیاب ہو سکے گا۔ لیکن اندازہ ایسا لگانا جو ہماری حالت اور حیثیت کے مطابق ہو۔

صفحہ۱۴۱ ماطلیدہ اپنے شوہر کی اس بات سے تہ دل سے خوشی میں ڈوب گئی (یعنی نہایت خوش ہوئی) اور اپنے لباس کی کا اندازہ لگانا شروع کیا۔ لیکن چونکہ اپنے شوہر کی ناداری کا حال جانتی تھی۔ اندازہ لگاتے میں میانہ روی کا خیال کرتی رہی۔ آخر مذبذبانہ لہجے میں اپنے خاوند کو مخاطب کرکے کہنے لگی ٭

مجھے یقینی علم تو نہیں ہے۔ لیکن میں خیال کرتی ہوں کہ چارسو فرینک میں ہمارا کام مکمل ہو جائیگا۔"

نوجوان افسر شکاری بندوق خریدنے کی غرض سے ایک مدت میں اسی قدر روپیہ جمع کر سکا تھا۔ اور اُس نے اُس روپے کو کسی جگہ حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ جب اُس نے اپنی زوجہ سے اتنی رقم کا اندازہ سنا تو کہنے لگا۔ "بہت اچھا میں نے اسی قدر روپیہ ایک شکاری بندوق خریدنے کے لئے نہایت تکلیف کے ساتھ جمع کیا ہوا تھا۔ اُٹھو اور اُسے لیلے۔ اور اپنے کام کو انجام دے لے۔ لیکن کوشش سے مال اچھا اور مضبوط خریدنا۔ تاکہ کسی دوسرے

وقت بھی تیرے کام آسکیگے

ماطلیدہ نے کمال خوشی میں آکر اپنے مہربان خاوند کی پیشانی پر اظہارِ تشکر کا بوسہ دیا۔ اور اپنی ضروریات کے بند و بست میں لگ گئی*

بیاہ کی تقریب جس کی آمد کا انتظار کیا جارہا تھا۔ روز بروز نزدیک ہوتی جاتی تھی۔ ماطلیدہ نے اپنے لباس کو تو مکمل کر لیا۔ لیکن پھر بھی مایوس اور رنجیدہ خاطر اور فکرمند رہتی تھی۔ چنانچہ اس کے خاوند نے ایک رات جبکہ اگلی رات اس کے جانے کا وعدہ تھا۔ ماطلیدہ کو مخاطب کر کے کہا*

میری ماطلیدہ دو تین دن سے پھر تجھے رنجیدہ خاطر اور مایوس دیکھ رہا ہوں۔ کل رات ہمیں بیاہ کی مجلس میں شریک ہونا ہے۔ وہاں تیرا وقت بہت خوشی سے گزریگا۔ کیونکہ وہاں گانے بجانے اور خوشی کے سب سامان موجود ہونگے۔ لیکن میں تیری مایوسی اور ملال کا سبب نہیں جانتا"۔

ماطلیدہ نے جواب دیا۔ کیوں مایوس نہ ہوں؟ جواہرات کی قسم میں سے میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں۔ جسے میں سر اور چہرے پر پہن سکوں۔ اس لئے یقیناً اس مجلس میں میں ضرور (اسبابِ آرایش سے) بالکل خالی اور سادہ (ننگی۔ بھجابی) دکھائی دونگی"

شوہر نے جواب دیا۔ جواہرات کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے حسن کو نہایت خوشرنگ قدرتی پھولوں سے زینت دے۔ جو اس موسم کے مناسبِ حال بھی ہے۔ اور خوب سجتا بھی ہے۔

صفحہ

اور تیرے چاند جیسے چہرے کو بہت لطیف بنا دیگا" +

ماطلید نے جواب دیا۔ نہیں نہیں اتنی بھری مجلس میں جہاں نسیب (عورتیں) ہیروں اور موتیوں میں غرق ہونگی۔ بجائے اِسکے کر میں (دوسروں کی) نظروں میں حقیر اور محتاج نظر آؤں۔ اپنے نہ جانے کو زیادہ تر پسند کرتی ہوں " +

شوہر نے کہا "جب حقیقتِ حال اس طرح پر ہے۔ تو میرے دل میں ایک تدبیر سُوجھی ہے۔ کہ اپنی ہم مکتب سہیلی میڈم فروسٹیر کے پاس جا۔ اور جو جواہرات تیری اس تقریب کے لئے مطلوب ہیں۔ اُس سے عاریتاً لے آ۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ اُس محبت کی بنا پر جو تم دونوں میں ہے۔ وہ تیری آرزو کو ردّ نہ کرے گی " + صفحہ ۱۷

ماطلید یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئی اور خوشی کے جوش میں پکار اُٹھی "بے شک تو نے سچ کہا ہے۔ بالکل سچ۔ میرے خیال میں یہ بات نہ آئی تھی۔ ابھی جاتی ہوں"۔

القصہ میڈم ماطلید اپنی سہیلی کے پاس گئی۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ میڈم فروسٹیر اپنی سہیلی کی یہ خواہش سُن کر نہایت (ممنونیت) تواضع کے ساتھ اُٹھی۔ اور ایک مقفل صندوقچہ نکال لائی۔ اور اُسے کھول کر کہنے لگی۔ "ای میری پیاری سہیلی! اِس جواہر بھرے صندوقچے میں سے جس چیز کی تجھے خواہش ہے۔ چُن کر اُٹھا لے" +

ماطلید نے پہلے ایک کڑے پر۔ جس پر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اور بعد ازاں ایک مروارید کے گردن بند ([illegible]) پر اور اور

جڑاؤ زیورات پر ایک نظر ڈالی۔ اور ایک ایک کو اپنے سر اور گردن پر پہنتی۔ اور ہر دفعہ آئینے تک دوڑ کر اپنے آپ کو دیکھتی۔ اور پھر اُسے اُتار دوسرا پہنتی۔ یہانتک کہ ایک مخمل کی نہایت خوب صورت ڈبیہ میں جس میں ایک بے نظیر گلوبند تھا جس پر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ دیکھ پایا (ملا)۔ اُسے اُٹھاکر اپنے گلے میں پہن لیا۔ اور جو لطافت اِس گلوبند کے پہننے سے اُس بری صورت کے حُسن خداداد میں زیادہ ہوگئی۔ اُس نے ماطلید کو بھی اپنے حُسن پر شیدا کر دیا۔ اور بے اختیار اپنی سہیلی کی طرف مڑکر کہنے لگی ٭ صفحہ ۱

مَیں نے صرف اسی کو پسند کیا ہے۔ کیا آپ کل تک عاریتاً عطا فرمائینگے؟ اِس نے جواب دیا۔ بہت خوب جو تُسا تجھے پسند آئے لیلے ٭

چونکہ ماطلید گلوبندِ مذکور کو بہت اعلےٰ اور بیش قیمت سمجھتی تھی۔ اُسے گمان تھا۔ کہ میڈم فروسٹیر اُس کو نہ دے گی۔ لیکن جب اُس نے خلافِ توقع اپنی مہربان سہیلی کی زبان سے یہ بات سُنی۔ توکمال خوشی سے اپنی مہربان سہیلی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اور اُس کے دونوں رُخساروں پر شکرئے کا بوسہ دے کر اُس محفظہ (کیس = case) کو اپنے ساتھ لے کر گھر چلی آئی ٭

(بیاہ کے) وعدے کی رات آپہنچی۔ نوجوان افسر اپنی بی بی سمیت مجلسِ مذکورہ میں شامل ہوگیا۔ مردوں اور عورتوں کی اتنی بڑی مجلس میں جو سب سے پہلے اِس مجلس کے حسن پرستوں کی نگاہ

کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ بے شک وہ میڈم ماطلیدہ ہی تھی ٭
قصہ کوتاہ اُس تمام مجمع میں اُس سے زیادہ اچھی، اُس سے زیادہ خوش مزاج اور اُس سے بڑھ کر دلکش اور کوئی ہستی نظر نہ آتی تھی۔ ہر شخص اُس کی طرف حیرت کی نگاہ ڈالتا تھا۔ اور ہر ایک اُس کا نام اور پتہ پوچھتا تھا۔ ناچ کے وقت ہر ایک شخص کی یہی خواہش تھی کہ وہ اپنے آپ کو اُس کے سامنے پیش کرے (یعنے اُس کا رفیقِ رقص بنے)

یہانتک کہ مجمع کے منتشر ہونے کا وقت نزدیک آگیا۔ یعنے صبح کی سفیدی نکلنی شروع ہوئی۔ لوگوں نے آہستہ آہستہ باہر نکلنا شروع کیا۔ ماطلیدہ اور اُس کے شوہر نے بھی چلنے کا ارادہ کیا۔ اپنے اوورکوٹ کو جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔ نہایت پھُرتی سے اپنے شوہر کے ہاتھ سے لیکر اوڑھ لیا۔ اور بڑی تیزی سے چلنا شروع کیا۔ اور اُس کا مدعا یہ تھا۔ کہ اپنے پُرانے اُوورکوٹ کو اُن بنی ٹھنی میڈموں کی نظروں سے جو سب کی سب سنجاب اور سمور کے اوور کوٹ جن پر گراں قیمت مخمل لگی ہوئی تھی پہنے ہوئے تھیں۔ چھپائے رکھے۔ نہایت جلدی کے ساتھ لوگوں میں سے گزر کر گاڑی کی تلاش کرنے لگے۔ لیکن گاڑی نہ ملی۔ ہوا کی سردی سے کانپتے ہوئے۔ آخرکار نہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کی طرف پا پیادہ چلنے پر مجبور ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک پرانی ٹوٹی پھوٹی گاڑی دیکھی۔ جو کہنہ اور فرسودہ ہونے کی وجہ سے رات کے سوا دن کو باہر نہیں آسکتی تھی۔ مجبوراً اُسی گاڑی

کے کرائے کا فیصلہ کر کے اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے +

جس وقت گاڑی اُن کے مکان کے دروازے کے نزدیک صفحہ۱۹ کھڑی ہو گئی۔ میاں بی بی گاڑی سے اُتر کر اپنے گھر کی سیڑھیوں پر چڑھ گئے اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی ماطلیدہ آدم قد شیشے کے قریب دوڑ کر جو کہ دیوار میں گڑا تھا۔ اپنے حسن و جمال کا لطف اوڑانے لگی۔ اور اپنا لباس اُتارنا شروع کیا۔ لیکن اِسی اثنا میں ایک چیخ مار کر بیہوش گر پڑی کیونکہ مانگے ہوئے گلوبند کو اپنے گلے میں نہ دیکھا +

اُس کے خاوند نے جس نے ابھی اپنے کپڑے پورے نہ اُتارے تھے۔ اپنی بیوی کی اس حالت سے حیران ہو کر پوچھا۔ خیّر تو ہے تو اس طرح کیوں ہو گئی ہے ہے؟

ماطلیدہ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر بے خودی کی حالت میں اس طرح جواب دیا +

"وُہ گلوبند جو میں نے میڈم فروسٹیر سے لیا تھا کھو دیا ہے"

اُس کا شوہر بھی اس خوفناک خبر سے ایک مجنونانہ حالت میں آ کر کہنے لگا +

"آہ..... تو نے کیا کیا؟ یہ کیا بات ہے؟......"

اُس کے بعد او ور کوٹ میں کمرے میں۔ سیڑھیوں میں اور کوچے میں نہایت باریک بینی سے تلاش کی۔ مگر گلوبند کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اُس کے خاوند نے کہا۔ "کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ میزبان کے صفحہ۲۰ گھر سے نکلتے وقت تیری گردن میں تھا۔ یا نہ؟"

ماطلیدہ نے جواب دیا۔ ہاں ہاں۔ جس وقت کہ میں دالان کی سیڑھیوں پر سے اُتر رہی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ میری گردن میں تھا"۔ شوہر نے کہا۔ "پس معلوم ہوا کہ گاڑی میں گرا ہے۔ کیونکہ اگر رستے میں گرتا تو ہم اُس کی آواز سُن لیتے" +

میاں بی بی ایک دوسرے کے منہ کی طرف ٹکٹکی باندھے دیر تک بیہوش اور حواس باختہ رہے +

آخر کار وہاں سے اُٹھ کر اپنے معاملے کی کیفیت کی خبر محکمۂ پولیس میں پہنچائی +

ماطلیدہ اس ناگہانی مصیبت سے نجات کی تدبیر کا چار آنکھوں سے انتظار کر رہی تھی۔ حتےٰ کہ شام کے وقت اُس کا شوہر گھر آیا تو اُس کا گُلاب جیسا چہرہ پہلے سے زیادہ زرد اور خشک ہونٹ پہلے سے بھی زیادہ جُھلسے ہُوئے تھے۔ کیونکہ اُس کی سب تدبیریں بیکار اور بے نتیجہ رہ گئی تھیں +

ماطلیدہ کے شوہر نے اس سے کہا۔ اب چاہیئے کہ تو اپنی سہیلی کی طرف خط لکھے۔ اور یہ کہے تیرا گلوبند ٹوٹ گیا ہے۔ اور چند روز اس کی مرمت کے لئے ضروری ہیں۔ جس وقت سنار کے ہاں سے آئے گا۔ واپس کیا جائے گا +

ماطلیدہ نے بھی اپنے شوہر کے کہنے کے مطابق یہ کیفیت لکھ کر اپنی سہیلی کی طرف بھیجدی +

اس واقعہ کے بعد ایک ہفتہ گزر گیا۔ لیکن گلوبند کا کوئی پتہ نہ چلا۔ پس امید بالکل قطع کر بیٹھے۔ اس مدت کے اتنا میں صفحہ ۱۳

نوجوان افسر کی حالت ایک کمزور بوڑھے شخص کی حالت میں بدل گئی تھی۔ پری کے چہرے والی ماطلیدہ بھی گلاب کے اس پھول کی طرح جو اپنے پودے کے تنے سے ایک ہفتے سے علیحدہ گرا پڑا ہو۔ مُرجھا کر مصیبت زدہ بن گئی تھی ۔

اُس کے شوہر نے کہا۔ میری ماطلیدہ، اب ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں رہا۔ سوا اس کے کہ اِس گلوبند جیسا اور گلوبند خرید کر اس کا تاوان دیں۔

دوسرے دن گلوبند مذکور کے کیس کو اپنے ساتھ لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دکان دکان پھرنا شروع کیا۔ اور گلوبند مذکور کی نظیر بینے اُس کا ثانی پیدا کرنے میں کسی جواہری کی دکان کو نہ چھوڑا ۔

آخرکار جوہریوں کے بازار میں ایک دُکان سے اپنے گم شدہ گلوبند کا جوڑا پایا۔ اُس کی قیمت دریافت کی تو مالک دُکان نے چالیس ہزار فرینک طلب کئے ۔

بڑی مشکل سے اُسے چھتیس ہزار فرینک تک لے آئے۔ اور جوہری سے منت سماجت کی تاکہ روپے کا بندوبست کیا جائے۔ یہ گلوبند کسی اور کے پاس نہ بیچنا ۔

ماطلیدہ کے شوہر کی کل جائداد جو اُس نے اپنے باپ سے میراث پائی تھی۔ اٹھارہ ہزار فرینک تک بھی نہ پہنچتی تھی۔ اور رقم مطلوبہ کا باقیماندہ حصہ پورا کرنے کے لئے قرض کا بندوبست کرنا پڑا ۔

صفحہ ۲۲ دوسرے دن قرضہ لینے کے فکر میں مشغول ہوئے۔ وہ تین

دن کے عرصہ میں بہت بھاری سود پر ہر قسم کے لوگوں کے مقروض ہو گئے۔ اور بہت سی دستاویزیں (پرونوٹ، تمسک وغیرہ) قرض خواہوں کو لکھ دیں۔ الغرض ہزاروں قسم کی مصیبتوں سے رقم مطلوبہ کا انتظام کر سکے۔ اس قدر قرضوں کو کس طرح ادا کر سکینگے بہ صرف بدنامی سے بچنے کے لئے ہر طرح کے آرام و آسودگی سے محروم ہو جانا گوارا کیا۔ حتےٰ کہ چھتیس ہزار فرینک کی رقم جو جمع کر کے لائے تھے۔ گن کر دکاندار کو دیدی اور گلوبند نہایۃ فذکور لے لیا۔

دوسرے دن ماطلید اس گلوبند کو جو تاوان بھرنے کے لئے خریدا تھا۔ اٹھا کر اپنی سہیلی میڈم فروستیر کے گھر لے گئی۔ اور اُسے اُسکی مالکہ کو دیدیا +

اس کی سہیلی نے بغیر اس کے کہ کیس کو کھولے اُسے اُٹھا کر اپنے صندوقچے میں رکھ لیا۔ ماطلید کا دل نہایت بیقرار تھا۔ کہ اگر اس کی سہیلی اپنے گلوبند کے بدلے جانے کو معلوم کر لے تو وہ کیا کہیگی ؟ ضرور مجھے چور خیال کرے گی +

ماطلید بیچاری نے آج کی تاریخ سے مفلسی اور ناداری کے نامبارک دنوں میں قدم رکھ دیا۔ لیکن نہایت مردانہ وار اس مصیبت اور بلائی ناگہانی کے مقابل اپنے سینے کو ڈھال بنا لیا (یعنے اُس کا مقابلہ کرتی رہی) اپنی تمام خواہشات کو فراموش کر دیا۔ اور اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ اس قرض کو ادا کرنے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہو چکے تھے اس اندوہ ناک حالت کی برداشت اُن کے لئے لازم تھی۔ اپنے نوکروں کو جواب دیدیا (یعنے موقوف کر دیا) اپنی جائے سکونت کو

دن کے عرصہ میں بہت بھاری سود پر ہر قسم کے لوگوں کے مقروض ہو گئے - اور بہت سی دستاویزیں (ہنڈی نوٹ، تمسک وغیرہ) قرض خواہوں کو لکھہ دیں - الغرض ہزاروں قسم کی مصیبتوں سے رقم مطلوبہ کا انتظام کر سکے - اس قدر قرضوں کو کس طرح ادا کر سکینگے؟ صرف بدنامی سے بچنے کے لئے ہر طرح کے آرام و آسودگی سے محروم ہو جانا گوارا کیا - حتےٰ کہ چھتیس ہزار فرینک کی رقم جو جمع کر کے لائے تھے - گن کر دکاندار کو دیدی اور گلوبند مذکور لے لیا -

دوسرے دن ماطلیدہ اس گلوبند کو جو تاوان بھرنے کے لئے خریدا تھا - اٹھا کر اپنی سہیلی میڈم فرستیر کے گھر لے گئی - اور اُسے اُسکی مالکہ کو دیدیا ✤

اس کی سہیلی نے بغیر اس کے کہ کیس کو کھولے اُسے اُٹھا کر اپنے صندوقچے میں رکھ لیا - ماطلیدہ کا دل نہایت بیقرار تھا - کہ اگر اس کی سہیلی اپنے گلوبند کے بدلے جانے کو معلوم کر لے تو وہ کیا کہیگی؟ ضرور مجھے چور خیال کرے گی ✤

ماطلیدہ بیچاری نے آج کی تاریخ سے مفلسی اور ناداری کے نامبارک دنوں میں قدم رکھ دیا - لیکن نہایت مردانہ وار اس مصیبت اور بلائی ناگہانی کے مقابل اپنے سینے کو ڈھال بنا لیا (یعنے اُس کا مقابلہ کرتی رہی) اپنی تمام خواہشیات کو فراموش کر دیا - اور اس کے سوا چارہ بھی
صفحہ ۴۲ کیا تھا - اس قرضہ کو ادا کرنے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہو چکے تھے اس اندوہ ناک حالت کی برداشت اُن کے لئے لازم تھی - اپنے نوکروں کو جواب دیدیا (یعنے موقوف کر دیا) اپنی جائے سکونت کو

بدل کر غریبوں کے محلے میں ایک نہایت ادنیٰ درجے کا گھر کرایے پر لے لیا۔ گھر کا ہر قسم کا کام حتےٰ کہ باورچی گری بھی ماطلید آپ ہی کرتی۔ ہر رات سونے سے پہلے اپنے بلور جیسے ہاتھوں سے دیگچوں اور لتھڑے ہوئے برتنوں کو دہوتی اور صافیوں اور جھاڑنوں کو خشک کرتی۔ ہر صبح تڑکے اپنے بستر سے اُٹھتی اور جھاڑو کر کے کوڑا کرکٹ باہر کوچے میں پھینک دیتی۔ اور جس قدر پانی کی ضرورت ہوتی اوپر اُٹھا لاتی۔ لیکن چونکہ اس کا نازک بدن اس قدر تکلیف وہ خدمتوں کا عادی نہ تھا۔ بے اختیار زینے کی دو تین سیڑھیاں چڑھ کر ایک دفعہ پانی کے کوزوں کو رکھ کر دم لیا کرتی۔ اس حالت میں جبکہ دیہاتیوں کا سا لباس پہنے ہوئے ہوتی۔ ایک ٹوکری ہاتھ میں لے کر نانبائی، سبزی فروش اور قصاب کے پاس جاتی اور اپنی ضرورت کی چیزوں کو خرید لاتی۔ اور ایک دو پیسہ سستا خریدنے کیلئے دکانداروں سے بڑا لمبا چوڑا جھگڑا کرتی۔ اُس کا شوہر بھی جب اپنی فوجی خدمت سے فارغ ہو جاتا۔ اکثر رات کو صبح تک کوشش کر کے بعض سوداگروں کے رجسٹر وغیرہ اجرت پر لکھتا رہتا۔

القصہ سات سال کی مدت تک اس رنج و غم کی حالت میں زندگی بسر کی۔ اور اس عرصے میں وہ قرضہ جس سے وہ زیر بار ہو صفحہ ۲۴
گئے تھے۔ مع اُسکے بےحد سود کے ادا ہو گیا۔

ایک روز اتوار کا دن تھا۔ اور ہوا کے لطیف ہونے کے سبب ہر ایک شخص سیر کے لئے باہر جا رہا تھا۔ ماطلید نے بھی ہوا خوری

(کسبِ تنفس) کے لئے سب سے بڑی سڑک کی طرف رُخ کیا جس کا نام شانزہ لیزہ ہے۔ اور جو شہر پیرس کی نہایت پاک وصاف سڑکوں میں سے ہے۔ وہاں ایک نہایت سجی سجائی عورت کو دیکھا جو اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے کے ساتھ پھر رہی تھی۔

ماطلید نے اس عورت کو ایک نگاہ میں پہنچان لیا۔ وہ عورت اُس کی وہی سہیلی میڈم فروسٹیر تھی۔ لیکن ماطلید نے پہلے تو یہ چاہا کہ اپنے آپ کو اس پر ظاہر نہ کرے؟ اس بارے میں تھوڑی دیر تک تامل کیا۔ مگر آخر خیال کیا کہ یہ تامل بے جا ہے۔ کیوں اپنے آپ کو اس پر ظاہر نہ کرے کیونکہ اُس کا گلوبند تو دیدیا ہوا ہے۔ اور اس قرضے سے بھی جو اس گلوبند کے سبب اُٹھایا تھا۔ بالکل سبکدوش ہو چکی ہے۔ اب اپنی ساری حقیقت کو بے روک ٹوک بیان کر سکتی ہے۔

پس میڈم فروسٹیر کے قریب جاکر کہا "میڈم تمہاری صبح شریف مبارک ہو!" (good morning)

میڈم فروسٹیر نے ماطلید کو نہ پہچانا۔ اور ایک دیہاتی سی عورت کے اس طرح بے تکلف خطاب کرنے سے حیران ہوکر کہنے لگی "میڈم! میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ شاید تمہیں میری بابت کسی اور کا مغالطہ ہوا ہو"۔

صفحہ ماطلید نے کہا نہیں نہیں! میں کیوں غلطی کرنے لگی۔ میں

تو تمہاری ہم مکتب سہیلی ماطلید ہوں"۔

اس کی سہیلی اس بات سے نہایت حیران ہو کر چلا اُٹھی۔ "آہ! بیچاری ماطلید! تیری حالت کس قدر بدل گئی ہے"۔ اُس نے کہا۔ ہاں ہاں! اُس وقت سے جب سے کہ میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔ آج تک بہت بڑی تکلیفیں اُٹھا چکی ہوں۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار رہ چکی ہوں۔ اور میری تمام مصیبتوں کا سبب بھی تو ہی ہے۔

میڈم فروسٹیر نے کہا۔ یہ کیا بات ہے۔ میں کس طرح تمہاری بدقسمتی کا باعث بنی ہوں؟

ماطلید نے جواب دیا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے تم سے ایک گلوبند بطور عاریت لیا تھا"؟ فروسٹیر نے کہا۔ "ہاں۔ پھر کیا ہوا؟" ماطلید نے کہا۔ "بات یہ ہے کہ میں نے وہ گلوبند کھو دیا تھا"۔ فروسٹیر نے کہا۔ "تو نے کس طرح کھو دیا تھا۔ کیا تو بھول گئی ہے کہ تو میرا گلوبند لا کر مجھے واپس دے گئی تھی"۔

ماطلید نے کہا۔ بے شک درست ہے۔ لیکن وہ گلوبند تمہارا نہ تھا۔ بلکہ ایک اور گلوبند اس جیسا خرید کر تم کو تاوان بھر دیا تھا۔ اب پورے سات سال ہوئے ہیں کہ اس سبب سے مصیبت میں وقت گزار رہی ہوں۔ چونکہ ہم دولتمند نہ تھے۔ البتہ تم سمجھ صفحہ ۴۶
سکتی ہو کہ ہمیں اُس کا تاوان ادا کرنے کے لئے کس قدر مصیبتوں کا سامنا ہوا ہو گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ ہم نے ان سب قرضوں کو ادا کر دیا ہے۔ کیا کیا جائے؟ ہم اپنی قسمت پر راضی ہیں"

میڈم فراسٹیر غرقِ حیرت ہوگئی۔ اور تھوڑے سے غور اور تامل کے بعد کہنے لگی "وائے (افسوس) البتہ وہ گلو بند جو تم نے مجھے واپس دیا تھا میرا نہ تھا بلکہ اُس کا تاوان تھا"

ماطلید نے کہا "ہُوں ہاں۔ تم نے نہ اُس کا فرق سمجھا۔ اور نہ کچھ دریافت کیا کیونکہ وہ تمہارے گلو بند سے بہت مشابہ تھا"

میڈم فراسٹیر کی حالت بالکل بدل گئی۔ اور اُس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور ماطلید کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور بڑے پُرتاثیر لہجے میں کہا۔ "اے میری بیچاری ماطلید! کیوں تو نے اُس وقت مجھے یہ بات نہ کہی اور اس قدر مدت میں تو نے ایک دفعہ بھی مجھے ان حادثوں کی اطلاع نہ دی۔ وہ گلو بند جو تو نے مجھ سے عاریتًا لیا تھا۔ اصلی ہیرے کا نہ تھا۔ بلکہ الماس نُما پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اور میں نے اُسے پانسو فرینک پر خریدا تھا"

اب میڈم ماطلید کی حالت ایک ہی دن میں گلو بند کے لینے اور اُس کے بیچنے اور پانسو فرینک میڈم فراسٹیر کو ادا کر دینے سے بدبختی سے خوش قسمتی میں بدل گئی۔ ❊

محمود طرزی

تھئی ایٹر

شاہ قلی مرزا کی حکایت

مصنّف ۔ ناظم الدولہ میرزا ملکم خان ۔ دولت ایران کی طرف سے عہدۂ جلیلۂ سفارت لنڈن پر ممتاز تھے ۔ ڈراما ئے ہذا میں عہد استبداد کے ایرانی حکام اور اہلکاروں کے صحیح کیریکٹر کو بڑے دلکش پیرائے میں ظاہر کیا ہے

اراکین مجلس کے نام

شاہ مراد میرزا ۔ کرمانشاہ کا حاکم +
شاہ قلی میرزا ۔ اس حاکم کا بڑا بھائی اور مہمان ہے
ایرج میرزا ۔ کرمانشاہ کے حاکم کا بیٹا +
نامور خاں ۔ کرمانشاہ کا ایک رئیس جسے ذیلدار ظاہر کیا جائیگا
شریف آقا ۔ ایرج میرزا کا دوست اور ہم نشین اور شکار

کا رفیق جسے نمبردار ظاہر کیا جائیگا۔
شفیع بیگ .... حاکم کا اردلی (پیش خدمت)

مجلس اوّل

شاہ مراد میرزا حاکم۔ (اپنے ملازم شفیع بیگ کو مخاطب کرکے کہتا ہے)
شفیع بیگ! شاہزادہ (یعنے میرا بڑا بھائی) ہمارا مہمان
ہے (اُس کی طرف) اچھی طرح سے متوجہ رہنا۔
شاہزادہ کو کوئی بات بری نہ لگے (یعنے اُسے کسی
قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور نہ اُس کے روبرو
کوئی ایسی حرکت کی جائے۔ جو اُس کو ناپسند آئے)
شفیع بیگ۔ جی ہاں صاحب! آپ پر قربان جاؤں آپ کے حکم
کی تعمیل سر آنکھوں پر۔ بے شک نوکر کا کام ہی خدمت
کرنا ہے *
شاہزادہ حاکم۔ مگر خیر، بلے، قربان، کا صرف کہنا ہی کافی نہیں۔
صفحہ ۳ ایرج میرزا جانتا ہے۔ کہ یہ شاہزادہ (یعنے میرا بھائی)
ایک نہایت مشکل پسند شخص ہے (یعنے کسی چیز کو بڑی
مشکل سے پسند کرتا ہے) اور باریک بین بھی ہے۔ (یعنے
جزوی باتوں کو بھی غور سے دیکھتا ہے۔ لیکن احمق اور
زودرنج ہے (یعنی جلدی خفا ہو جاتا ہے) اس لئے چاہیے
کہ احتیاط سے کام کرو کیونکہ میرا بھائی بھی ہے۔ اور

مہمان بھی ایسا نہ ہو کہ کہیں خفا ہو جاسے ✤

شفیع بیگ — قربان جاؤں۔ بیس سال سے میں نے حضور (سرکار نواب والا) کے سایۂ شفقت میں پرورش پائی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ اس قسم کے خدمات بجا لا سکوں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ (شاہزادہ صاحب) نہایت خوشی اور شکر گزاری سے تشریف لے جائینگے۔ حضور خاطر جمع رکھیں۔ (طلباء کے لئے ضروری ہدایت ہ) ص

* اس عبارت کا مطلب صفحہ (۴۲) سطر ۱۵ سے والیٹ تک

معانی۔ الفاظ و تشریحات

الفاظ و معانی		الفاظ و معانی
قربان = خادم اپنے آقاؤں کو خطاب کرتے وقت قربان یا قربان شوم کہکر بات شروع کرتے ہیں ✤ چشم = بچشم = بسر و چشم = آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر ✤ سرکار نواب والا = Your Highness بچہ = خادموں کو اکثر اسی لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے۔		زد و خورد = بحث و مباحثہ رسوم = جمع رسم ٹیکس امتنان = احسان مند ہونا۔ ممنون ہونا ✤ بہ بہ = واہ واہ = کلمہ انبساط آہ آہ وائی وای = افسوس افسوس۔ کلمۂ تاسف۔ آبدار خانہ = امراء و سلاطین کے مکانات میں ایک کمرہ اس غرض کیلئے مخصوص ہوتا ہے۔

معنے و الفاظ	معنے و الفاظ
جہاں پانی پینے کے ظروف و دیگر لوازمات یعنے ہاتھ دہونیکے برتن وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ فنجان = پیالی۔ قشنگ و ملوس = خوبصورت وخوشنما۔ نارجیل = چھوٹا حقہ۔ پنجابی میں نٹرپیٹرا کہتے ہیں + جیرہ مواجب = تنخواہ مقررہ مداخل = آمدنی + مخارج = خرچ + دینار = قدیم زمانے میں سونے کا سکہ تھا۔ لیکن آج کل صرف نام ہی کا سکہ رہ گیا ہے۔ جسکا وجود در اصل کوئی نہیں۔ ایران اور افغانستان کے دفاتر کے حسابات کی کسری سہولت کے لئے صرف کاغذات میں استعمال کیا جاتا ... ادینار = ایک تومان = آنہ ۸ - ۷ روپیہ مروجہ ہند = ۱۰ شلنگ +	عجب گیر افتادن = عجب بلا میں مبتلا ہونا، گیر آمدن = پھنسنا، گیر کردن = قابو کرنا + شوخی شوخی = مذاق مذاق میں ہی + بلوکات جمع بلوک = ضلع، پرگنہ، دیہات + صرافتہا = مشغلے مصروفیتیں مشاغل + بالاپچی ہا و موزیکاپچی ہا = ڈھول بجانے والے۔ اور باجا بجانے والے۔ یعنے بینڈ + یاور = ایک فوجی افسر جس کو ایڈیکانگ کہتے ہیں + نظام = محکمہ فوج یعنے ملٹری ڈیپارٹمنٹ۔ یہ لفظ ترکی و ایران و افغانستان میں مستعمل ہے پیش فنگ زدن = سلامی کے فائر کرنا + الآن = اسی وقت۔ فی الفور +

معنے و الفاظ

باروبنہ = ساز و سامان۔ اسباب
مسامحات = جمع مسامحت = بے توجہی +
پدر سوختہ = ایرانیوں کی گالی
یک پارچہ خون است = خون خون ہے +
تُف = تھوک۔ لعنت۔ نفرین
غصہ = رنج و غم +
دق کش = مبتلائے مرضِ دق۔ نہایت غم و غصہ کی حالت میں اہل ایران یہ لفظ بولتے اور بعض اوقات سل بشدمُ بھی کہہ دیتے ہیں +
مُعرّفی نمودن = تعارف کرنا
خدمات دیوانی = سرکاری خدمات +
اِشکال = مشکل +
انگار یا انگار میکنی = لفظی معنی تو جاں لے۔ محاورہ میں بمعنے گویا کہ +

معنے و الفاظ

بہ بینم = دیکھوں تو +
سفاہت = حماقت +
سفیہ = احمق +
طناب انداختن = پھانسی دینا
بابا = یہ ضرور نہیں کہ اپنے سے بڑی عمر کے شخص کو ہی بابا کہا جاوے۔ بلکہ ایران میں چھوٹے بڑے سب کو بلا امتیاز اس لفظ سے خطاب کر دیتے ہیں۔ ایساہی لفظ پدر و مادر کا استعمال بھی ہوتا ہے +
سوز مانی ہا = ایران کے صحرا نشین لوگوں کا ایک فرقہ ہے۔ جن کے زن و مرد باہم ملکر گاتے ہیں +
ماشاء اللہ = جو اللہ تعالےٰ چاہے یہ جملہ کسے خوبی کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے تاکہ چشم زخم یا نظر بد سے محفوظ رہے
بےحالی = بے خبری۔

الفاظ و معنے و تشریحات

حالی = باخبر۔ واقف +

عوارض = واردات ہیں +

شتر و شتلاق = دنگہ و فساد +

قلیان چاق کردن = حقہ تازہ کرنا +

تیرِ تفنگ خالی شدن = بندوق چلنا +

حیاط = صحن +

چوب کلفت = موٹا ڈنڈا

تکلّفے نبودہ است = کوئی اہم بات نہ تھی +

قراول = پہرہ دار +

دزدی دغلی = چوری چکاری

سلام = سلام خانہ۔ وہ عمارت جہاں دربار عام منعقد ہوتا ہے۔ اور عید وغیرہ رسمی تقریبوں پہ اہل دربار و دیگر معزز لوگ سلام کے لئے حاضر دربار ہوتے ہیں +

اِخلال = خلل ڈالنا +

الفاظ و معنے و تشریحات

ایصال = وصول کرنا +

جا ہم دارد = موقع بھی موجود ہے +

بجان ایرج = ایرج کے روح کی قسم۔ فریدوں کے دو بیٹے تھے۔ ایرج اور تورج۔ ایرج کے نام پر ایران موسوم ہوا اور تورج کے نام پر توران۔ یہ اہل ایران کی قومی قسم ہے یعنے اپنے مورث اعلیٰ کے روح کی قسم ہے +

نوشتہ = رقعہ +

چہ دخل دارد = اس میں کچھ شک نہیں +

دخل = اعتراض +

تغلّب و افساد = غبن اور خرابی +

آب خوردنِ چشم = تھوڑی سی امداد کا محتاج ہونا +

الفاظ و معنے و تشریحات	الفاظ و معنے و تشریحات
ناخن ہائش میگیرم = اس کا پورا بندوبست کرلونگا +	دخیلم = میرا جانی دوست، میری پناہ +
نواب ما = حضور اینجانب +	یخہ = گریبان +
فلک = ایک قسم کی سوراخ دار لکڑی ہے۔ جو معلم لوگ شریر اور گریز پائے لڑکوں کے پاؤں میں ایک رسی کے ذریعہ سے ڈال کر رسی کو بل دیتے ہیں۔ اور لاٹھی سے پاؤں پر مارتے ہیں +	شاش = بول۔ پیشاب +
الواط مزبور = مسلم بدمعاش	افسار = رستے +
چماق = موٹا ڈنڈا جس کا سرا گرہ دار ہو۔ لوہے کی گرز +	کلک = نحوست۔ نامبارک۔ بلا و سختی +
	کِلک = بالکسر انگلی +
	توز دن = پیچ کھیلنا +
	چاقچور = برقعہ +
	بدنہ قلعہ = فصیل قلعہ +
	یکسر = سیدھا۔ براہِ راست +

خاطر جمع رکھیں +

شاہزادہ حاکم۔ بہت اچھا۔ اپنی خدمت پر چلے جاؤ۔ اور خوب متوجہ رہنا +

شاہ قلی میرزا (نیند سے بیدار ہو کر آواز دیتا ہے) لڑکو!

شفیع بیگ۔ جی صاحب۔ قربان جاؤں حاضر ہوں +

شاہ قلی میرزا۔ میاں (یا آقا) شفیع! کھو کر چائے لائیں +

شفیع بیگ۔ بہت اچھا قربان +

شاہ قلی میرزا (یونہی کہ اُس کی آنکھ چائے کے برتنوں پر پڑتی ہے)
واہ! واہ! شاہ مراد میرزا نے کیا عجب اور نفیس سامان
جمع کر رکھا ہے۔ یہ لڑکا بچپن ہی سے ایسا ہی شوقین
اور دنیا دار تھا +

شفیع بیگ۔۔ جی ہاں۔ قربان جاؤں، شاہزادہ صاحب بہت اچھا
سلیقہ رکھتے ہیں +

شاہ قلی میرزا بے شک دولت اور آمدنی انسان کو (خود بخود) باسلیقہ
اور منتظم بنا دیتی ہے۔ کرمانشاہ کی دس سال کی
حکومت کوئی مذاق نہیں ہے۔ میں تو سال کے
بارہ مہینے یا تو سلطنت کے سب سے بڑے آدمی
سے جاگیر کا جھگڑا رکھتا ہوں یا مستوفیوں
(accountants) کے ساتھ جو آدم خور بھیڑیے
ہیں (یعنی مردم آزار اور رشوت خور) سرکاری
محصولات کی بابت بحث و مباحثہ رکھتا ہوں۔
افسوس! افسوس! چائے دو (چائے دیتا ہے)

شاہ قلی میرزا۔ میاں شفیع! ہم تو تیز چائے کو پسند کرتے ہیں،
اچائے دانی) اُٹھاؤ۔ پیالے میں چائے ڈالو،
میٹھا بہت ہو +

شفیع بیگ قربان جاؤں۔ ہمارا مالک بھی اسی طرح کی بہت
میٹھی چائے پیا کرتا ہے +

شاہ قلی میرزا۔ لڑکو! حقہ لاؤ +

شفیع بیگ حقہ حاضر ہے ✣
شاہ قلی میرزا یہ نارجیل کا بنا ہوا حقہ کیسا خوشنما اور نفیس ہے یہ حقہ تو بغداد کے سفر کے لئے موزون ہے۔ نہ اِن مقامات کے لئے۔ کاش کہ شاہ مراد میرزا ہمیں بطور ہدیہ دیدے ✣

(حقہ پیتا ہے)

آہ آہ! اُہ اُہ! (یہ کھانسی کی آواز ہے جو حقہ پینے سے بوڑہونکو اکثر شروع ہوجاتی ہے) کہو کہ پانی والے کمرے سے ہمارا اُگالدان لے آئیں ✣
شفیع بیگ قربان جاؤں۔ آقا جان ایرج میرزا آپ کے حضور میں شرفیاب ہونے کی خواہش رکھتے ہیں (✣)
(نوٹ:۔ نوکر عموماً اپنے مالک کے لڑکوں کو آغا جان یا آقا جان کہا کرتے ہیں)
شاہ قلی میرزا۔ لوٹا اور چرچی لاؤ ✣ صفحہ ۳۰
شفیع بیگ۔ قربان جاؤں حاضر ہے۔
شاہ قلی میرزا میاں شفیع! اِدہر آؤ اور جام (یعنے اُگالدان) کو اُٹھا کر میری ڈاڑہی کے نزدیک کئے رکھو۔ اس طرح (تھوکنے سے) ہماری گردن درد کرتے تھک جاتی ہے۔ ایرج میرزا کو اجازت ہے کہ آجائے (ایرج مرزا کو دیکھ کر) بسم اللہ آقا ایرج بیٹھ جاؤ۔ کیا تمہارا مزاج اچھا ہے۔ تمہارا باپ کیا کام کر رہا ہے

ایرج میرزا - شاہزادہ صاحب (والدِ بزرگوار) دیوان خانے میں تشریف لے گئے ہیں۔ طہران سے دو پلٹنیں طلب کی تہیں آج اُن کی تنخواہ تقسیم کرنے میں مشغول ہیں *

شاہ قلی میرزا - کرمانشاہ کی آمدنی کھاؤ اور اکیلے اکیلے اڑاؤ۔

ایرج میرزا - خان عمو! (چچا جان!) کیا طہران کے بھیڑیے (یعنے دارالسلطنت کے رشوت خور وزرا اور امرا) کسی کو تنہا کھانے دیتے ہیں۔ ایک لوگے تو دس دینے پڑینگے۔ خدا کا شکر ہے کہ خود آپ کو طہران کی حالت سب سے بہتر معلوم ہے *

شاہ قلی میرزا - آقا ایرج! اب ایسی باتیں ہمارے گوش گزار کرتے ہو۔ تاکہ تمہارا باپ اس قسم کی عذر خواہی سے ہمارا قرض ادا نہ کرے۔ اور اس سفر میں ہماری مدد نہ کرے۔ اور میں سوغات اور سفر خرچ کی طرف سے آنکھ بند کروں (یعنے اُس کی کچھ امید نہ رکھوں)! حالانکہ اس وقت ہم پر بڑی مشکل آن پڑی ہے اور ہم دو تین ہزار تومان کے قرضدار ہیں * صفحہ۳۱

ایرج میرزا (آہستہ دبی زبان سے) تھوڑا ابھی نہیں۔ اکٹھا دو تین ہزار تومان!!!

شاہ قلی میرزا - اچھا جاتے ہو۔ تمہارے آنے سے ہمیں

خوشی ہوئی۔ اگر موقع ملا تو اپنے باپ سے
میری حالت کا مفصل بیان کر دینا *

(ایرج میرزا جاتا ہے۔ اور ایک طرف سے شاہزادہ حاکم داخل ہوتا ہے)

شاہزادہ حاکم۔ ایرج میرزا! ادھر آؤ اور نزدیک آ کر کہو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ خان عمو (تمہارا چچا جان) کیا کر رہا ہے

ایرج میرزا۔ قربان جاؤں۔ آپ چچا جان کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ اُس نے تو عجیب خیال بُن رکھے ہیں۔ ابھی کہہ رہا تھا کہ شاہزادہ کو چاہیئے کہ اس سال ہم پر مہربانی کرے۔ دو تین ہزار تومان ہم پر قرض چڑھ گیا ہے۔ (اس کے علاوہ) البتہ بطور سوغات اور سفر خرچ تخمیناً ایک ہزار تومان کی توقع رکھتا ہے *

شاہزادہ حاکم۔ ایرج میرزا۔ کیا کہتے ہو؟ دو تین ہزار تومان ؟

ایرج میرزا۔ واللہ آپ کے سر مبارک کی قسم۔ فی الحقیقت ایسا ہی ہے۔ جو میں نے عرض کیا ہے۔
اس میں کچھ خلاف نہیں۔ اور اب مشکل یہی ہے کہ یونہی آپ سے (لئے بغیر) ہاتھ اُٹھا لیں۔ شفیع سے پوچھ لیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خان عمو (چچا جان) نے کیا کیا خیالات بُن رکھے ہیں *

شاہزادہ حاکم۔ عجب بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے۔ اگر دینا چاہوں تو یہ ناممکن ہے۔ اور اگر

نہ دوں تو آخر بھائی ہے۔ اور مہمان بھی ہے (دفعتہً اُس کے ہمدردانہ خیالات پر خودغرضی اور زر پرستی غالب آ جاتی ہے۔ اور بے اختیار بول اُٹھتا ہے) بابا! کھان کی برادری ہے کیا کام کیا روزگار؟ آخر میں خود بھی تو عیال دار شخص ہوں۔ اور مجھے خود بھی زندگی بسر کرنی ہے*

ایرج میرزا۔ آپ اِن معاملات کا زیادہ غم نہ کریں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خان عمو (چچا جان) کو مذاق مذاق میں ہی ایک عمدہ طریقے سے آپ پرسے ٹال دونگا*

شاہزادہ حاکم۔ مجھے یقین ہے۔ لیکن عملی مذاق (practical joke) نہ ہونا پائے۔ یہ شخص بیوقوف ہے۔ طہران جاکر میرے بارے میں قصہ خوانی کرے گا (یعنے مجھے بدنام کریگا)

ایرج میرزا۔ قربان جاؤں۔ قصہ خوانی کیسی؟ یہ ہستی جو میں نے دیکھی ہے، اسے آپ جو کچھ بھی دے ڈالیں۔ وہ آپ سے کبھی راضی نہیں جائیگا۔ ایسی صورت میں کیا ضرور کہ بے فائدہ مال بھی جائے اور عزت بھی*

شاہزادہ حاکم۔ اچھا مجھے بتاؤ کہ تم کروگے کیا؟

ایرج میرزا۔ کچھ نہیں (ہیچ) صرف چند روز کے لئے خان عمو کو سنقر اور اُس کے مضافات کی طرف سیر و شکار کے لئے لے جاؤنگا۔ البتہ وہاں کوئی نہ کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے گا۔ جس میں چچا جان مشغول ہو جائینگے۔ اور اس خیال سے رُک جائینگے

شاہزادہ حاکم۔ ہاہاہا! میں سمجھ گیا ہوں۔ اس بوڑھے بیچارے

کو تو لے جائیگا۔ اور لوگوں میں رسوا کریگا۔ یا تو بیچارے کو صاحب حیثیت لوگوں میں لے جائیگا۔ اور اُس کے واسطے اُگاہی کریگا
نوٹ:۔ معنی موخر تب صحیح ہوں گے جب لفظ مروم کو باضافت پڑھا جاوے)

ایرج میرزا۔ نہیں صاحب۔ آپ عرض کو گوش فرمائیں۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ آج رات شام کے بعد اثنائے گفتگو میں سنقر کی شکارگاہوں کا ذکر لے آویں۔ چچا جان مائل ہوجائیگا۔ جونہی کہ ان مشغلوں میں پڑا۔ اُسی وقت ایک ہزار تومان شاہزادہ (چچا جان) کے سفر خرچ کے لئے سنقر کے محصولات میں سے حوالہ فرما دیجیئے گا۔ (یعنے سنقر کے محصولات کے عامل و ضابط کے نام تحریری حکم دیدیں کہ ایک ہزار تومان مالیاتِ سنقر میں سے بطور زادراہ شاہزادہ کو دیدیں) یہ بات انہیں زیادہ ترشائق بنا دیگی۔ اور وہ خود مائل ہو جائیں گے۔ اس وقت بندہ کا کام خدمت اور حضور کا کام ہنسی ٭

(پردہ گرایا جاتا ہے)

دوسری مجلس

ایرج میرزا۔ شفیع بیگ کچھ نہ کھو۔ خدا کا شکر ہے۔ چند روز کے لئے ہمارے واسطے ایک مشغلہ اور ہنسی کے اسباب پیدا

ہو گئے ہیں۔ چچا جان کو سنقر لے جائینگے۔ ہوشیار رہنا کہ جو کام میں اشارے سے بتلاؤں تمہیں تو معلوم ہی ہے۔ کہ وہ کیا ہو گا۔ اُس پر عمل در آمد کرنا۔ کیا جو کچھ میں نے کہا ہے۔ تم نے خوب سمجھ لیا ہے یا نہیں؟ اب جلدی سے نامور خاں اور شریف آقا کو حاضر کرو۔

ایرج میرزا۔ (نامور خاں اور شریف آقا سے مخاطب ہو کر) دوستو آؤ میں تمہارے لئے ایک خوب خوشخبری رکھتا ہوں۔ ہم بہت اُوداس ہو رہے تھے۔ خداوند تعالےٰ نے مشغلے کے اسباب بہم پہنچا دیے ہیں۔ چچا جاں کو سنقر لے جاؤنگا۔ وہاں ہمنے آپس میں بہت کچھ کرنا ہے ✤ صفحہ ۴۳

نامور خاں۔ ہاں خداوند تعالیٰ ہمیشہ ایک دو ایسے مشغلے بھیج ہی دیتا ہے۔ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ یہ بھی ایک کام ہے ✤

ایرج میرزا۔ نامور خاں! کیا کہتے ہو۔ کوئی شخص اس لمبی داڑہی والے کی طرح احمق نہیں ہو گا۔ ہا ہا ہا! مجھے (تیری موت کی) قسم ہے۔ عجب تماشا ہو گا۔ اس کے ساتھ ایسے مذاق کرینگے کہ مجلسوں میں اُس کا چرچا ہو گا۔ یہانتک کہ صاحب قلم لوگ اسکے قصے لکھیں گے۔ اب فی الفور اُٹھو اور سوار ہو جاؤ اور سنقر کی راہ لو۔ اور آقا جان یا در کو بھی کہدو کہ سپاہیوں کے تین دستے نقارچیوں اور باجا بجانے والوں کے ساتھ بوقت عصر تمہارے راہ میں روانہ کردے

تم نے بھی وہیں ٹھیرنا جب تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں۔ وہاں نامور خاں ذیلدار اور شریف آقا نمبردار کے نام سے پکارے جائیں گے +

شریف آقا۔ قربان جاؤں۔ جس دن آپ وہاں پہنچیں گے۔ ہمارے لئے کیا دستور العمل ہوگا اور ہماری ڈیوٹی کیا ہوگی

ایرج میرزا۔ جس دن ہم وہاں وارد ہونگے۔ تم اور ذیلدار دو سو سوار سمیت ایک فرسنگ آگے آکر ہمارا استقبال کرو آبادی کے نزدیک سپاہی (سڑک کے) دونوں طرف صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اور رعیت کے لوگ بھی اسی طرح سڑک کے کنارے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اور پھر وہمارے پہنچنے کے سپاہیوں کے دستے فوجی سلام کریں اور سلامی کے فایر کریں اور رعیت کے لوگ اُسی وقت دو گوسفند قربانی دیں اور دو گوسفند عین ہمارے گھوڑوں سے اُترنے کے وقت ذبح کریں والسلام۔ اب فی الفور روانہ ہو جاؤ +

صفحہ ۳۵

(شاہ قلی میرزا داخل ہوتا ہے)

ایرج میرزا (شاہ قلی میرزا سے مخاطب ہوکر) چچا جان۔ بسم اللہ کیجئے۔ سب لوگ حضور کا انتظار کر رہے ہیں۔ نوکر گھوڑے اور ساز و سامان سب تیار ہے +

شاہ قلی میرزا۔ بے شک جتنی جلدی ہم سوار ہو جائیں۔ اُتنی
ہی جلدی ہم منزل پر پہنچ جائینگے۔ یا اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(یہ کہکر سوار ہو جاتے ہیں اور اثنائے راہ میں باتیں کرتے جا رہے ہیں)

ایرج میرزا۔ چچا جان۔ سنقر بہت اچھی جگہ ہے اور اِس کی آمدنی
بھی خوب ہے۔ مگر کیا فائدہ وہاں کے باشندے مفسد اور
شریر ہیں۔ اور ہر روز فساد کے درپے رہتے ہیں۔ حتّٰی کہ
ایک دو آدمی (سرکار کے حکم سے) مروائے بھی جاتے ہیں۔ اگر
یہ ایک عیب نہ ہوتا تو کیا ہی خوب ہوتا۔

شاہ قلی میرزا۔ پس تیرا باپ کس کام کا ہے۔ کہ رعیت کے
چند ایک بے سرو پا اشخاص کا بند و بست بھی نہیں کرسکتا
پس اُس کا اور کام ہی کیا ہے۔

ایرج میرزا۔ خان چچا جان! میرے باپ کے بارہ میں
آپ فرماتے ہیں۔ اُن کی بے پرواہیوں سے میرا دل
خون خون ہو رہا ہے (یعنے میں سخت ناراض ہوں) جس
قدر کہ بدذات سنقری فساد اور شرارت کرتے ہیں۔ وہ
(یعنے میرے والد) خاموشی اور نرمی سے گزارہ دیتے ہیں۔
آپ خیال فرمائیں کہ اب سال کا اخیر ہے۔ اور سنقریوں
صفحہ ۳ نے ابھی تک آدھا مالیہ بھی ادا نہیں کیا۔ ہر روز شرارتیں
اور وارداتیں ہوتی ہیں۔ لیکن لکڑی کہیں بھی نہیں
پہنچتی (یعنی سزا کسی کو بھی نہیں دی جاتی)

شاہ قلی میرزا۔ کیا فائدہ ہم جو بند و بست کرنے میں اپنا نظیر

نہیں رکھتے۔ طہران میں سو رہے ہیں۔ (یعنی بیکار پڑے ہیں) اور تیرا باپ اس لاپرواہی کے باوجود کرمانشاہ کا حاکم ہے۔ اس بے انصافی پر فریاد (داد = فریاد یا انصاف خواہی ۔ بیداد = ظلم و بے انصافی) ای دنیا تو کیسی کمینہ پرست ہے۔ لعنت تجھ پر (تف = تھوک = لعنت)

ایرج میرزا۔ خان چچا جان! الحمد اللہ اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے۔ میں تو رنج و غم سے گویا کہ مبتلائے مرض دق ہو چلا تھا۔ اب ہم منزل پر پہنچنے والے ہیں آپ ملاحظہ فرمایئے۔ اور غور کیجئے۔ آیا ممکن ہے کہ صرف ایک ذیلدار جہنمی کے بیٹے کی عمارت آسودہ حالی اور طرزِ رہائش ہر پہلو میں صوبے کے حاکم کی طرز معاشرت سے بڑھ چڑھ ہو۔ صرف ذیلدار کے مکان کی عمارت کو مشاہدہ فرمائیں تو اس وقت آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مجھ پر کیا کچھ گزرتا ہے +

شاہ قلی میرزا۔ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ ایک مہینے کے لئے مجھے یہاں کی حکومت دیدیں۔ تو پھر اگر چھوٹے بچوں کو ہمارے خوف سے جھولوں میں سونا نصیب ہوا تو جو کچھ تیرا دل چاہے مجھے کہنا۔ حاکم اور رعیّت کا ڈر اور لحاظ۔ اِس کے کیا معنے ؟

(نہایت غضبناک ہو کر پوچھتا ہے)

کیا جلاد ہمارے ساتھ ہے ؟

ایرج میرزا۔ خان چچا جان! میں آپ پر قربان جاؤں۔
صفحہ۳۴ فراش (اردلی اور پیش خدمت) اور جلاد وغیرہ جو کچھ آپ
چاہیں حاضر موجود ہے۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ میرے
باپ کو معلوم ہے۔ کہ سنقر اور کلیائی کی حکومت پادشاہ
کے فرمان کے روسے میرا ملک ہے۔ میں اِسے آپ
کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کش کرتا ہوں۔ جو مصلحت
سمجھیں اُس پر عمل فرمائیں۔ کم از کم میرے محصولات
تو وصول ہو جائیں گے۔ اور ان شریروں کے ہاتھ سے
کچھ مدت تک آرام پاکر عیش سے اوقات بسر کرونگا +
شاہ قلی میرزا۔ بے شک تو بے غم رہ۔ میں اس سفر کے
اثنا میں تیرے باپ اور رعیت کو ایسا سبق دوں گا کہ
جب تک دنیا رہے۔ حاکم اور رعیت اپنے اپنے فرائض
کو جان لیں اور یاد رکھیں کہ حاکم کون ہے۔ اور حکومت
کے کیا معنے ہیں +
ایرج میرزا۔ (گھوڑے سے اُتر کر آتا ہے۔ اور آگے بڑھ کر
شاہ قلی مرزا کے دونوں ہاتھ چوم لیتا ہے) خان چچا جان!
آپ پر قربان جاؤں بے شک اصل بات تو یہی ہے جو
آپ فرماتے ہیں۔ سنقر اور کلیائی سب آپ کے قدموں
کی خاک پر نثار ہیں۔ بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اگر خدا
نے چاہا تو اس سال آپ کی تربیت کے سایہ میں اس
غلام (خانہ زاد) کو بھی کچھ سمجھ آجائے گی۔ اور سب

رعیت (عموم اہالی) آسودہ حال ہو جائیگی۔
(شہر سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر ایک سوار دکھائی دیتا ہے۔ ذیلدار اور نمبردار دوسو سواروں سمیت پہنچ جاتے ہیں۔ اور سڑک کے دونوں طرف صفیں باندھی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ شاہزادہ پہنچ جاتا ہے)

ایرج میرزا۔ (آگے بڑھ کر تعارف کرتا ہے) خان چچا جان! یہ شخص ذیلدار ہے۔ اور وہ دوسرا نمبردار ہے۔ جو حضور کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ صفحہ ۳۸

شاہ قلی میرزا۔ ذیلدار تمہارا مزاج اچھا ہے۔ شاہزادہ ایرج میرزا نے اثنائے راہ میں تمہاری بہت تعریف کی ہے۔ البتہ ہم بھی تم پر مہربانیاں کرینگے۔ بشرطیکہ خدمات سرکاری صداقت کے ساتھ سرانجام ہوں

ذیلدار اور نمبردار دونوں ملکر۔ خداوند تعالیٰ حضور کا سایہ ہم عاجزوں کے سر سے کم نہ کرے اور حضور کا اقبال عظمت اور شوکت زیادہ کرے

آبادی کے نزدیک سڑک کے دونوں طرف رعیت کے لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سپاہیوں نے فوجی سلامی کی رسم ادا کی اور رعیت کے لوگوں نے شاہزادہ کے حق میں دعا اور تعریف کرتے ہوئے گوسفند قربان کئے اور نہایت شان وشوکت کے ساتھ شاہزادہ کو محل میں داخل کیا۔)

شاہ قلی میرزا۔ (ایرج میرزا کو مخاطب کرکے) ایرج میرزا! اس

ولایت کے اطوار ہمارے نظر میں انتظام یافتہ دکھائی نہیں
دیتے۔ شرارت اور فساد کی بُو یہاں سے دماغ میں آتی ہے
سنقر کے لوگوں پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ شاہ مراد
میرزا کی طرح ہم ان مفسدوں کے گناہوں سے چشم پوشی
نہ کریں گے۔ اور نہ خاموش بیٹھے رہیں گے۔ بلکہ ایک
جرم کی ڈبل سزا دینگے۔ ولایت میں بد انتظامی کے کیا
معنے؟ ہم اس علاقے کے بندوبست کے لئے قوانین لکھ
صفحہ ۳۹ دینگے۔ اور ذیلدار سے اُن پر عملدرآمد کرائیں گے۔ نہیں
تو آدمی کا مار ڈالنا کوئی مشکل کام نہیں اور نیز (= ثانیاً)
ذیلدار کو معلوم رہے کہ دس دن تک اس سال کا مالیہ
آخری دینار تک بغیر کسی گفتگو کے وصول ہو جائے۔ اور
سارے کا سارا بلا کم و کاست ادا ہو جائے۔ ہم کوئی عذر
قبول نہیں کرینگے۔ البتہ ضرور وصول کر لینگے +
ذیلدار اور نمبردار + (دونوں بلند آواز سے کہتے ہیں) انشاء اللہ تعالیٰ
کمال غلامی اور بندگی کے ساتھ فرمان برداری کی جائیگی +
ثامور خاں اور شریف آقا۔ (دونوں ایرج میرزا کی خدمت میں
تنہائی میں حاضر ہوتے ہیں) اور کہتے ہیں۔ قربان جائیں۔ ہم
پر بڑی مصیبت لائے ہو۔ یہ شخص فی الحقیقت احمق ہے۔ گویا
کہ فی الواقعہ ہمارے قتل کا فرمان لایا ہے +
ایرج میرزا۔ ہا ہا ہا ہا۔ دوستو کچھ نہ کہو۔ میں نے اسے خوب آمادہ
کر لیا ہے +

نامور خاں و شریف آقا۔ اِس حماقت کو دیکھئے۔ اس بوڑھے
نے یقین کر لیا ہے۔ کہ یہ شاہی عمارت ڈیلوار کی ملکیت ہے
مانا کہ اگرچہ اُس نے اس جگہ کو نہیں دیکھا۔ آخر عقل تو ایسی
باتوں کی تمیز کر سکتی ہے۔ کہ ایسی شاہی عمارت کب رعیت
کا ملک ہو سکتی ہے۔ اسی خیال سے بعید نہیں ہے کہ ہمارے
ساتھ بدسلوکی کرے۔ اور ہمیں گالی گلوچ دیجئے *
ایرج میرزا۔ اے بابا گالی گلوچ کیا چیز ہے۔ کیا تم بچے ہو۔ جانے صفحہ ۲
دو چند روز تک شاہزادے کو اسی غرور میں رہنے دو اور
ہم اپنے خیال میں خوش رہیں کیا مضایقہ ہے *
(آواز دیتا ہے۔" او لڑکو! کوئی شفیع بیگ کو بلا لائے)
شفیع بیگ (مسکراتا ہوا داخل ہوتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے)
قربان جاؤں۔ آپ نے بُرا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ خدا
کی قسم بعید نہیں کہ یہ شخص لوگوں کو پھانسی پر چڑھانے
لگ جائے۔ اس قدر احمق بھی کوئی انسان ہو سکتا ہے
ایرج میرزا۔ شفیع بیگ! جس موقعہ کا میں منتظر تھا آپہنچا
ہے۔ ابھی تو کھیل کی ابتدا ہے۔ جو خدمت میں تم سے
چاہتا ہوں یہ ہے کہ چچا جان کی خدمت میں جاؤ۔ مختلف
معاملات پر گفتگو کرو اور اثنائے گفتگو میں عیش و عشرت
کی باتیں بھی شروع کر دو۔ اور سوزنائیوں کے گانے ناچنے
کی تعریف اس قدر کرو کہ چچا جان اس بات پر مایل ہو جائیں
کہ کسی رات عیش میں مشغول ہو کر سوزنائیوں کے ناچ

کا تماشا دیکھیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے (یعنے چچا جان
مائل ہو جائیں) تو کہنا کہ ایرج میرزا کا ایک دوست طاؤس
نام ہے۔ جو ناچنے اور گانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ الغرض
ایسی تعریف کرنا کہ) چچا جان تمہارے ذریعے سے طاؤس کو
ضرور مجھ سے طلب کریں۔ اس کے بعد تیرا اور کوئی کام نہ
ہوگا۔ صرف تماشا دیکھنا *

شفیع بیگ۔ شاہزادہ جان ماشاءاللہ آپ نے عجب دماغ پایا۔
یہ بوڑھا آدمی سوزمان کو بلا کر کیا کریگا *

ایرج میرزا۔ جاؤ بے سمجھ نہ بنو۔ یہ سب کچھ اس واسطے کیا گیا صفحہ۱۴
ہے۔ کہ ذرا ہنس کھیل لیں *

(شفیع بیگ باہر نکل جاتا ہے۔ اور سید ماشاہ قلی میرزا کی خدمت میں حاضر
ہو کر سر جھکائے کھڑا ہو جاتا ہے)

شاہ قلی میرزا۔ ہاں شفیع بیگ تو کہاں تھا۔ شہر کی کیا خبر ہے۔
لوگ یہاں ہمارے آنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ نئی
پرانی خبر کیا ہے؟

شفیع بیگ۔ قربان جاؤں۔ لوگوں کی بابت آپ پوچھتے ہیں۔ آپ
کے انتظام اور احکام جو انہوں نے سن پائے ہیں۔ وہ
ایسے کانپ رہے ہیں کہ گویا انہوں نے ابتداء سے کبھی حاکم
دیکھا ہی نہ تھا۔ اور یہ ابھی حکومت کی ابتدا ہے۔ کہ مارے
خوف کے سانس نہیں لیتے *

شاہ قلی میرزا۔ ہا ہا ہا ہا۔ ابھی انہوں نے کیا دیکھا ہے۔ کیا ہے

اس ذیلدار کو (اس کی ایسی تیسی)، اس بلند دماغی میں رہنے دو ننگا جو دیکھ کر تیرا آقا (مالک) جو شاہزادہ بھی ہے اور حاکم بھی کیا وہ ایک ذیلدار کے برابر حیثیت رکھتا ہے؟ یہ عمارت علاقے کے حاکم کا ملک ہونی چاہیئے تھی نہ کہ ذیلدار کی۔ پس یہ سب کچھ تیرے آقا کی سستی اور بیخبری کا نتیجہ ہے۔

شفیع بیگ۔ قربان جاؤں۔ حضور کے سرِ مبارک کی قسم۔ آپ درست فرماتے ہیں۔ ماشاءاللہ (آفرین آپ کے عقل و فراست پہ) گویا کہ آپ ان کو تیس سال سے پہچانتے ہیں۔ یہ ذیلدار بظاہر دیکھنے میں تو شریف معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہر سال چھ ہزار تومان صرف سوزمانیوں سے وصول کرتا ہے اور وہاں سے خدا خبر کیا کچھ لیتا ہوگا۔ ضرور دوسری آمدنیوں اور وارداتوں اور لڑائیوں اور ہنگاموں (دنگہ و فساد) سے کم از کم تیس ہزار تومان لوٹ گھسوٹ کر ہی لیتا ہے۔ آدمی ایسے ہی طریقوں سے دولتمند بن سکتا ہے، ورنہ اور کہاں سے دولت جمع کرتا ہے۔ صفحہ ۴۲

شاہ قلی میرزا۔ ہاں سچ بتا کہ سوزمانی کیسے لوگ ہیں۔ کیا کوئی ایسی ہستی اُن کے درمیان ہے۔ جو ہماری نظر میں پسند آئے؟

شفیع بیگ۔ قربان جاؤں۔ اس ولایت کے جیسے سوزمانی کہیں بھی نہیں ملتے صرف کہنے کی بات نہیں دیکھنے کے لایق ہیں۔ اگر ایک رات آپ کی نظر مبارک سے گزریں تو

معلوم ہو جائے گا +

شاہ قلی میرزا۔ ہاں مدت سے ہم بیکار ہیں۔ کبھی عیش میں مشغول نہیں ہوئے۔ اگر کسی رات عیش میں مصروف ہوں۔ تو چنداں عیب کی بات تو نہیں ؟

شفیع بیگ۔ نہیں صاحب۔ اس میں کیا عیب دنیا خوش گزرانی کی جگہ ہے۔ تمام عمر حکومت کے کاموں اور لوگوں کی خاطر زحمت اٹھانے میں بسر نہیں ہو سکتی۔ کبھی کبھی فراغت اور عیش و عشرت بھی لازم ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ایرج میرزا کو حکم دیں کہ اپنے دوست طاؤس کو جو اُسے بڑا عزیز ہے۔ اور خوب گاتا بجاتا اور خوب ناچتا ہے۔ لے آئے۔ مگر یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے +

صفحہ ۱۲ شاہ قلی میرزا۔ کیا (یعنے) طاؤس اس قدر قابل ہے ؟

شفیع بیگ۔ طاؤس فی الحقیقت طاؤس قیامت ہے۔ (یعنے اپنے ناچ سے قیامت برپا کر دیتا ہے)

شاہ قلی میرزا۔ پس طاؤس کا دیکھنا ہم پر واجب ہو گیا۔ اسی وقت ایرج میرزا کے پاس جا کر کہدو کہ شاہزادہ کل رات خاص کر تمہارا مہمان ہے۔ سوز مانیوں کو اطلاع دیدو۔ کہ وہ بھی کل رات حاضر ہو جائیں۔ طاؤس بھی بالخصوص موجود ہونا چاہیئے (اس کے بارے میں) میں کوئی عذر قبول نہیں کرونگا +

شفیع بیگ دہرتی سے باہر آجاتا ہے۔ اور خوشی خوشی ایرج میرزا کے

پاس جاتا ہے اور کہتا ہے) قربان جاؤں کام ٹھیک ہوگیا ہے
حضور، چچا جان اچھی طرح مائل ہوگئے ہیں، اور کل رات کے لئے
طاؤس کو نہایت تاکید کے ساتھ طلب کرتے ہیں +

ایرج میرزا۔ اب بہت اچھا ہوا، شفیع بیگ بہت جلدی کسی کو
بھیج کر یاروں کو خبر کردو، نامور خاں اور شریف آغا کو بھی خوش
خبری دے کر کہو کہ ہنسی مذاق کے لئے موجود رہیں +

(پردہ گرایا جاتا ہے)

تیسری مجلس

ایرج میرزا (جس وقت شاہ قلی میرزا شراب نوشی میں مست تھا
اپنے آپ کو طاؤس کے قریب پہنچا کر کہتا ہے)
جونہی کہ مجلس میں خلوت ہو جائے (یعنی شاہ قلی میرزا اور
تم تنہا رہ جاؤ) تین دفعہ زور سے کھانسنا اور جس وقت صحن
سے آواز بلند ہو۔ چراغوں کو گل کر دینا اور خود فوراً دروازے
سے باہر نکل آنا +

شاہ قلی میرزا۔ لڑکو! رات کافی گزر چکی ہے، حقہ بھی لاؤ کہ پئیں صفحہ ۴۴
اور سو جائیں +

ایرج میرزا (خادم کو اشارہ کرتا ہے، کہ چرس کا حقہ تازہ کر کے
لاؤ) بے شک قربان جاؤں، حقہ حاضر ہے، نوش جان فرمائے

غلام بھی رخصت ہوتے ہیں۔ آپ کا خدا حافظ ہو۔ (یعنی سب چلے جاتے ہیں۔ اور خلوت کی مجلس قایم ہو جاتی ہے۔ جسمیں طاؤس اور میرزا شاہ قلی اکیلے رہ جاتے ہیں)

(ایرج میرزا باہر نکل کر تامور خاں اور شریف آقا کو بلا کر دستور العمل دیتا ہے اور خود وہیں صحن میں موقع کا منتظر رہتا ہے)

شاہ قلی میرزا (طاؤس کو مخاطب کر کے کہتا ہے) اُٹھ میرے کپڑے اتار۔

طاؤس ۔ (آپ کے حکم کی تعمیل سر) آنکھوں سے کرتا ہوں)

(طاوس اُٹھتا ہے اور گاتے ہوئے پاؤں اُٹھاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ناچتے ہوئے شاہزادے کے کپڑے ایک ایک کر کے اُتارتا اور دور پھینکتا جاتا ہے۔ تین دفعہ زور سے کھانستا ہے۔ دفعتًا ایرج میرزا کے اشارے سے بندوقوں کی تیس چالیس نالیاں (ہ نیر) خالی ہو جاتی ہیں (یعنے بندوقوں کے تیس چالیس فایر ہوتے ہیں) اور شاہزادے کے سونے کے کمرے کے چھت کی پچھلی طرف پندرہ سولہ آدمی موٹے ڈنڈے ہاتھ میں لئے زمین پر مارتے ہیں اور پاؤں سے زمین کوٹتے ہیں۔ چھت پر ایک طرف سے دوسری طرف دوڑتے ہیں۔ چور چور کی آواز بلند ہوتی ہے، اور خلوتخانے میں دھڑک دھڑک کی آواز گونجتی ہے۔ دروازے اور دیواریں کانپنے لگ جاتے ہیں۔ طاؤس جلدی سے اٹھ کر چراغوں کو گل کر دیتا ہے اور شاہزادے کے کپڑے

صفحہ۴۸ اُٹھا کر فوراً باہر نکل جاتا ہے۔ بہادر شاہزادہ خوف سے گر پڑتا ہے۔ اور بیہوش ہو جاتا ہے)

ایرج میرزا (چراغ ہاتھ میں لئے آتا ہے) ای جہنمیوں کے بیٹو! کیا بات ہے۔ کیا فساد ہے؟

ایرج میرزا (شفیع بیگ سے مخاطب ہو کر) آخر یہ کیسی آواز تھی۔ کیا ہوا ہے معلوم تو کرنا چاہیئے۔

شفیع بیگ۔ خیر صاحب۔ قربان جاؤں۔ کوئی اہم بات قابل ذکر نہ تھی۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ کہ جس وقت آپ تشریف لے چلے تھے اور پہرہ داروں (ہ قراو لھا) کو سپرد کر رہے تھے کہ خلوت خانہ کا دروازہ بند کر کے خوب ہوشیار رہیں تاکہ کسی قسم کی چوری چکاری کا واقعہ شاہزادہ صاحب کے آتے ہی نہ ہو جائے (کیونکہ) کسی نہ کسی رات ایسا اتفاق ہو ہی جایا کرتا ہے۔ قضا سے پہرہ دار کو جو اسی خیال میں تھا۔ نیند آنے لگ گئی (نیم خوابی کی حالت میں) سانس لینے کی آواز سنتا ہے۔ آنکھیں کھولکر دیکھتا ہے اور ایک سفید سی نظر آتی ہے۔ (در اصل) وہ ایک سفید کُتّا ہے جو دیوانخانے سے اُس طرف آیا جایا کرتا ہے۔ چونکہ پہرہ دار کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی اُس نے خیال کیا کہ کوئی آدمی ہے یا چور ہے۔ یہ باعث تھا کہ ایسا ہو گیا ہے (یعنی پہرہ داروں نے بندوقیں چلائیں اور ادہر اُدہر دوڑتے رہے)

(ان باتوں سے شاہ قلی میرزا ہوش میں آجاتا ہے)

ایرج میرزا۔ چونکہ آج رات یہاں سے شور و غوغا کی آواز بلند ہوئی ہے۔ کل انشاءاللہ تعالےٰ سلام خانے میں بیٹھ کر لوگوں کو تھوڑا سا ڈرا دیجئے گا ✤

شاہ قلی میرزا۔ ہاں بے شک کوئی اسی قسم کا کام ضروری ہے۔

ایرج میرزا۔ (لوگوں کو ڈرانے کے لئے) موقعہ بھی موجود ہے۔ یہ جنمی کا بیٹا نمبردار تو بلدار کے ساتھ بگڑ بیٹھا ہے۔ اور مالیات کی وصولی میں خلل اندازی کرتا ہے ✤

شاہ قلی میرزا۔ ہاں موقع ہے کہ یہ دونوں شخص بلائے جائیں۔

شفیع بیگ! صبح سویرے نمبردار کو حاضر کرنا۔ (دفعتاً نمبردار دور سے نظر آجاتا ہے۔ اور شاہزادہ بآواز بلند اس کو پکار کر کہتا ہے) ای مفسد جنمی کے بیٹے ان کاموں سے باز آجا۔ نہیں تو ایرج کی جان کی قسم تیرا سر اُڑا دونگا۔

کدخدا امر ضا (نمبردار) نہیں۔ قربان جاؤں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے سر مبارک کی قسم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بندہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تنہائی میں عرض کروں گا ✤

(نوٹ:۔ ان لفظوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ نمبردار جھجک کر الفاظ منہ سے نکالتا ہے۔ ایک تو یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ حاکم کے خوف سے وہ صاف بات نہیں کر سکتا۔ دوسرے یہ کہ وہ رشوت دینا چاہتا ہے۔ اور لوگوں کے روبرو اپنا مدعا ظاہر کرنا نہیں چاہتا جیسا کہ پھر تنہائی میں صاف بیان کردیگا)

شاہ قلی میرزا۔ ایسے مقامات ۔۔۔۔ تاکہ ہیں۔۔۔۔ تجھے ۔۔۔۔
(نوٹ:۔ یہاں نقطوں سے شاہ قلی میرزا کا "تامّل" ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ "تاڑ گیا ہے۔ کہ نمبردار رشوت دینا چاہتا ہے)
(ایرج میرزا اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اِدھر اُدھر بکھر جائیں)
نمبردار کو کہو کہ آ جائے۔ (نمبردار آتا ہے)
عرض کرو۔ کیا کہتے ہو؟

نمبردار۔ قربان جاؤں۔ میں نے سرکاری نوکری کی ہوئی ہے یہ نہیں کہ میں اِن قاعدوں سے بے خبر ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ سارا قصور شاہزادہ ایرج میرزا کا ہے۔ جنھوں نے پہلے ہی سے اِس ذیلدار کو منہ لگایا ہے۔ اب وہ (ذیلدار) اُس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ مالیات کی وصولی کا مجھے اختیار دے دیں (اگر آپ مہربانی فرما کر میری عرض قبول فرمائیں تو) چار سو تومان آپ کی خدمت میں پیش کش کرونگا۔ اور ایک سو تومان ایرج میرزا کو اور پنجاہ تومان شفیع بیگ کو دونگا۔ میں اقرار نامہ لکھ دیتا ہوں کہ بیس دن تک مالیے میں سے ایک دینار بھی باقی نہ رہیگا (یعنے سب کا سب وصول ہو جائے گا)۔

شاہ قلی میرزا۔ اچھا لو چھ سو تومان کا رقعہ میرے نام کا لکھ دو بیس دن زیادہ ہیں۔ چاہیئے کہ پندرہ دن تک کل مالیہ پہنچا دو۔ تاکید ہے کہ اس کا خلاف نہ ہو۔
(نمبردار قلم اٹھاتا ہے۔ اور ۶۰۰ تومان کا رقعہ شاہ قلی کے

صفحہ ۴۷

نام لکھ کر مُہر کر دیتا ہے۔ شاہزادہ رقعہ کو لے کر اپنے قبضے میں کر لیتا ہے)

یہ ذیلدار بڑا بدذات شخص ہے۔

شفیع بیگ۔ بے شک ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور کی نظر کیمیا ہے۔ آدمی کو خوب پہنچانتی ہے۔ انصاف تو یہی ہے۔ کہ نمبردار خوب آدمی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں +

شاہ قلی میرزا۔ کیوں ؟ آقا شفیع تم نے دیکھا۔ دنیا کی کیا حالت ہے جا اپنے مالک سے کہو کہ لوگ اس طرح حکومت کرتے ہیں نہ تمہاری طرح۔ (حکومت کا طریق ہم سے سیکھو اور یاد رکھو +

شاہ قلی میرزا (حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے) حضرات ! آپ سنقراور کلیائی کے ذیلدار اور کارگذار کو دیکھیں۔ کہ سرکار کے حق میں غبن اور خرابی اور خیانت کے سوا اور کوئی خیال نہیں رکھتا۔ آخر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دے گا۔ خدا کرے کہ ہمارے ہاتھوں سے ایسا واقعہ ظاہر نہ ہو (یعنی ہمارے ہاتھ سے نہ مارا جائے)

ذیلدار۔ قربان جاؤں، خدا کی قسم لوگوں نے حضور کے دل میں میرے طرف سے شکوک ڈال دیئے ہیں، میں دشمن دار ہوں (یعنے بعض لوگ میرے دشمن ہیں) اور میرے سرکاری کاموں میں خلل اندازی کرتے ہیں، یہ نمبردار میں نہیں جانتا۔ صفحہ ۲۸

.... کیا عرض .... تا

(شاہ قلی میرزا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور تھوڑی دور چلتا ہے
تاکہ لوگ بکھر جائیں اور تنہائی) ہو جائے۔ ذیلدار آگے آتا
ہے اور عرض کرتا ہے)

قربان جاؤں، حکم دیجئے کہ شفیع بیگ بھی حاضر ہو وہ بھی غلام کے
معروضات کو سُن لے +

شاہ قلی میرزا۔ کوئی مضائقہ نہیں، شفیع بیگ کو بلا لو +

(شفیع بیگ آجاتا ہے)

ذیلدار۔ شفیع بیگ آقا تمہیں اس ولایت کے معاملات سے پوری
واقفیت ہے، تمہیں شاہزادہ صاحب کے نمک کی قسم کیا یہ ممکن
ہے۔ کہ نمبردار جیسا آدمی لاکر اُسے میرا ہم پلہ (یعنی مدِ مقابل) قرار
دیا جائے میں وہ شخص ہوں کہ دو سال کا سرکاری مالیہ اپنی جیب
سے ادا کر دوں اور کسی کا محتاج نہ ہوں۔ لیکن نمبردار......

شفیع بیگ۔ میں کئی دفعہ بطور خیرخواہی عرض کر چکا ہوں کہ تم (ذیلدار
کہاں اور نمبردار کہاں۔ کیا تمہارے مقابلے میں) وہ کبھی
انسانوں کے زمرے میں داخل ہے +

ذیلدار۔ (شاہزادہ سے مخاطب ہو کر) قربان جاؤں مختصر عرض یہ ہے
کہ اس غلام کو نمبردار کے عوض نہ بیچیں (یعنی میری اور نمبردار
کی قیمت برابر نہ سمجھیں) ایک ہزار تومان حضور کی خدمت
میں اور دو سو تومان ایرج میرزا کی خدمت میں اور ایک سو
تومان شفیع بیگ کے لئے نذرانہ دونگا۔ اور پانچ دن میں ادا

بھی کردونگا۔ اور ساتھ ہی شرط یہ ہے۔ کہ مہینے کے آخر تک
زمین کے مالیہ میں سے ایک دینار بھی باقی نہ رہیگا۔ ہمیں نمبردا
کی کوئی ضرورت نہیں *
(شفیع بیگ فوراً شاہزادہ کو اشارہ کرتا ہے۔ کہ قبول کر لیجئے)
شاہ قلی میرزا۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ اپنا رقعہ لکھ کر مہر لگا دو
مجھے اپنے باپ کے روح کی قسم کہ اگر تو اپنی بات سے نہ
پھر گیا۔ اور خلاف وعدہ نہ کیا تو تیرے حق میں کبھی کم توجہی
نہ کی جائیگی (بلکہ) یہ بات آسان ہے۔ کہ تو نایب الحکومتی کا
خلعت پہنے۔ ایرج میرزا کی لیاقت سے بھی میری آنکھ پانی
نہیں پیتی (یعنے مجھے اُس کی ذرہ بھر بھی احتیاج نہیں) جاؤ
جاؤ روپے کا فکر کرو۔ ہمیں روپے کی ضرورت ہے *
قبیلہ دار۔ ہاں، قربان جاؤں، بہت اچھا (سر جھکا کر باہر چلا آتا ہے)
(پردہ گرایا جاتا ہے)

مجلس چہارم

(قبیلہ دار دس دن تک شاہزادے کو اپنی شکل نہیں دکھاتا۔ شاہزادہ پیسو کی
حرص میں اپنی طبیعی حالت (یعنے آپے) سے باہر ہوا جاتا ہے۔ ایرج میرزا
اور شفیع بیگ کو بولتا ہے)
شاہ قلی میرزا۔ ہم طہران سے اس لئے نہیں آئے کہ دریاء

صفت (مکار) ڈیلدار ہمارا تمسخر اُڑائے۔ مجھے اپنے باپ کی قسم کل اس کا پورا بندوبست کرونگا۔ لاٹھیوں کے نیچے اسے مار ڈالونگا (یعنے لاٹھیوں سے اُسے اس قدر مرو انگا۔ کہ اُس کی جان نکل جائے)

(یہ کہ رہا تھا کہ ڈیلدار دُور سے نظر آجاتا ہے)

منظر ۵

شاہ قلی میرزا۔ (گھٹنوں کے بل سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ داڑھی اور موچھوں پہ ہاتھ پھیرتا ہے)

ای جہنمی کے بیٹے ڈیلدار اکیا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تجھ سا شخص ہمارا تمسخر اُڑائے۔ فراشو! لاٹھیاں لاؤ۔ اور ڈیلدار کو باندہ لو +

(فراش ڈیلدار کو گراکر اُس کے پاؤں فلک میں جکڑ دیتے ہیں اور دو تین لاٹھیاں جھوٹ موٹ فلک پر مارتے ہیں۔ یا نہیں مارتے۔ کہ دفعتاً نیلن سو مسلّم غنڈے لاٹھیاں ڈنڈے تلوار اور پستول ہاتھوں میں لئے صحن میں آداخل ہوتے ہیں۔ سرکاری ملازم اور غنڈے ایک دوسرے پر آپڑتے ہیں (یعنے بظاہر سرکاری ملازم غنڈوں کا مقابلہ کرتے ہیں) جس وقت بندوق کا فایر ہوتا ہے ایک دو آدمی منہ کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں۔ "پکڑو پکڑو ڈیلدار انہی میں ہے۔ مار ڈالو۔ مار ڈالو کی آوازیں گستے ہیں (نوٹ :۔ غنڈے ڈیلدار کے مددگار ہیں۔ اُس کو چھوڑانے اور میرزا شاہ قلی کو قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ سرکاری ملازم اور غنڈے دونوں اپنے اپنے مدعا کے مطابق آوازیں کستے ہیں) +

شاہزادیکوایرج میرزا اور شفیع بیگ جلدی سے دالان کے کفش کن (جوتے اُتارنے کی جگہ) کے اُس طرف پاخانے کے اندر لے جاکر پاخانے کے دروازے کو بند کر دیتے ہیں اور اس پر تالا لگا دیتے ہیں۔ خود پاخانے کے دروازے کے آگے کھڑے ہوجاتے ہیں، تاکہ شاہزادے کی حفاظت کریں۔ غنڈے ایرج میرزا کے اشارے سے پاخانے کی طرف حملہ کردیتے ہیں، اور شور و غل ڈال دیتے ہیں +

شاہ قلی میرزا۔ (پاخانے میں اپنی جان کے خوف سے کبھی تو اپنی داڑہی نوچتا ہے۔ کبھی چھا نکتا ہے، اور کبھی بے ہوش ہوجاتا ہے۔ اسی اثنا میں غنڈے پاخانے کے دروازے پر حملہ کرکے ایرج میرزا کا گریبان پکڑ لیتے ہیں، شاہ قلی میرزا دروازے کے سوراخ میں سے دیکھ کر زبان حال سے کہتا ہے)

صفحہ۱۰ ایرج تجھ پر قربان جاؤں۔ مجھے امان دلواؤ۔ میرے بچے یتیم رہ جائیں گے +

ایرج میرزا۔ لوگو انصاف کرو۔ میرا کیا گناہ۔ میرا کیا تعلق ہے شاہزادہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ اور مجھے کچھ خبر نہیں +

(غنڈوں سے مخاطب ہوکر)

بھائیو! (بابا جانم!) ٹھہرو تو سہی۔ تھوڑا سا حوصلہ تو کرو۔ تم جو اس بیچارے کو قتل کرنا چاہتے ہو آج نہ سہی کل سہی

(غنڈے تلاش کرنے کے بہانہ سے چلے جاتے ہیں)

شفیع بیگ اور ایرج میرزا۔ (جلدی سے پاخانے کے دروازے

کو کھولکر شاہ قلی میرزا کو باہر کھینچ لاتے ہیں) جلدی کر آ، چل ہم تیری جگہ بدل دیتے ہیں۔ بہت تیز چل۔ افسوس۔ میرا گھر لُٹ گیا۔ وہ ابھی آجائیں گے +

شاہ قلی میرزا (اُس کے پاؤں ایک دوسرے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور گر پڑتا ہے۔ پھر اُٹھتا ہے اور کہتا ہے)

ہم سے تو چلا نہیں جاتا۔ ہمارے پاؤں حرکت سے رہ گئے ہیں۔ میرے خاص دوست آقا شفیع پیشاب آگیا ہے۔ جلدی کرو۔ نوٹ :۔ دخیل کے معنے خاص دوست بھی ہیں۔ اور پناہ بھی اور اس کے معنے میرا خاص دوست یا مجھے پناہ دو ہوسکتے ہیں +

شفیع بیگ (جلدی سے شاہزادے کو طبیلہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اور ایرج میرزا کے ساتھ ملکر ہز ہائینس کو بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ اور ایک کھُرلی میں ڈال دیتے ہیں۔ اور کھرلی کے منہ پر پالان رکھ دیتے ہیں۔ شاہزادہ جان! میرے خاص دوست! اونچا سانس نہ لینا ورنہ ہم سب مارے جائینگے) **نوٹ** :۔ ایران وخراسان وغیرہ ممالک میں گھوڑوں کی کھُرلیاں دیواروں کے اندر بلند طاقوں کی طرح ہوتی ہیں۔ باہر سے اُن کا منہ صرف اتنا کھُلا ہوتا ہے کہ گھوڑے کا سَر آسانی سے اُسکے اندر جا سکے اور اندر سے یہ کھُرلیاں کافی فراخ ہوتی ہیں۔ اور زمین سے عموماً ڈیڑھ گز بلند ہوتی ہیں +

شاہ قلی میرزا۔ بہت اچھا شفیع جان بہت اچھا +

پھر ایرج میرزا کے اشارے سے سپاہی اور فراش باہم مل جل
اکٹھے ہو کر طبیلے پر آپڑتے ہیں۔کوئی فریاد کرتا ہے۔کوئی گالی
دیتا ہے۔نواب صاحب پالان کے نیچے کھرلی میں ہی ہیں۔کہ کوئی
غنڈا طویلے میں بندوق چلا دیتا ہے۔ دفعتًا دس بارہ گھوڑے
بندوق کی آواز سے ڈر کر رسے تڑا کر آپس میں لڑنے لگ جاتے
ہیں (دمبافتند بھم) ایک دوسرے کو دو تتے مارتے اور ہنہناتے
ہیں +

شفیع بیگ۔(شاہزادے کی حالت پر رحم کھا کر ایرج میرزا
کے پاس دوڑا جاتا ہے) قربان جاؤں۔اب مذاق کافی ہوچکا
ہے۔بیچارہ مرچکا ہے (یعنے اس نے موت کی سی تکلیف دیکھی ہے)

ایرج میرزا۔(شریف آقا کو آواز دیتا ہے)

(شریف آقا ہنستا ہنستا آتا ہے)

اس بیچارے پر سخت مصیبت لائے ہو۔اب بس کردو۔ اب
اس سے ہاتھ اُٹھا لیں۔جائے یہاں سے اسکی نحوست
گم ہو جائے +

(ایرج میرزا اور شفیع بیگ حضور نواب صاحب کو طبیلے سے باہر
لاتے ہیں۔ہر ایک نے ایک طرف کا بازو پکڑا ہوا ہے۔والان میں
لا بٹھاتے ہیں)

شریف آقا۔(یعنے نمبردار) قربان جاؤں فکر قدرے کم ہو گیا ہے
پانسو بندوق دار آدمی دیہات سے پہنچ گئے ہیں۔اور اُن
کو دروازے پر کھڑا کر دیا ہے۔اور اگرچہ غنڈے بھی کسی قدر

سپاہ کم ہو گئے ہیں۔ لیکن حرامزادے سخت مقابلہ کر رہے ہیں۔ اُن کو کچھ خوف و خطر نہیں ہے ٭

(اسی وقت شریف آقا کے ملازموں میں سے دو تین آدمی خون سے لتھڑے ہوئے دوڑتے آتے ہیں ٭)

اُن میں سے ایک۔ قربان جاؤں۔ ہمیں خلعت اور انعام عطا فرمائیں غنڈوں نے بڑا زور کیا تھا کہ آگے بڑھ آئیں۔ لیکن ہم نے ایک ہیچ کھیلا اور ڈیلدار کے تین رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ ہم نے (انعام کے لایق) خدمت کی ہے ٭

ایرج میرزا۔ (نہایت گھبراہٹ میں دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر مارتا ہے اور کہتا ہے) افسوس افسوس! دیکھا کہ کس طرح میں تباہ و برباد ہو گیا۔ اب ڈیلدار کے سب رشتہ دار اور ملازم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے آ لینگے اور ہمیں مار ڈالیں گے۔ فریاد ہے فریاد اب تو معاملہ پہلے سے بھی بدتر ہو گیا۔ سلامت رہو اور ایسی خدمت مت کرو ٭

شاہ قلی میرزا (از سرِ نو اُس کا بدن کانپنے لگ جاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں ٹیڑھی ہو کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور چند آدمی اُسے مٹھی چاپی کر کے ہوش میں لاتے ہیں)

ایرج میرزا (شریف آقا کو مخاطب کر کے) شریف آقا! خدمت کا وقت ہے کوئی تدبیر کر کے ہمیں اس گرداب (مصیبت) سے خلاص کرو

شریف آقا۔ ہاں اب یہ جگہ ٹھیرنے کے لایق نہیں ہے۔ جو تدبیر میری عقل میں آتی ہے۔ یہ ہے کہ دو عدد زنانے برقعے

لائے جائیں۔ جو جناب نواب صاحب اور ملازموں میں سے ایک شخص پہن لیں اور اس دروازے سے نکل کر خلوت خانہ کے پچھلی طرف سے ہوتے ہوئے قلعے کی فصیل کے نزدیک جہاں کوئی آدمی نہیں ہوا کرتا باہر چلے جائیں۔ پھر شفیع بیگ شاہزادے کے ملازموں اور مال اور اسباب کو ساتھ لے کر شاہزادہ سے جا ملے۔ اس تدبیر سے شاہزاد یہاں سے بچکر نکل جائیگا ❖

شاہ قلی میرزا۔ واہ واہ۔ اللہ تعالےٰ تجھے برکت دے! ہزار ہزار آفریں۔ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی انشاءاللہ بمجرد پہنچ جانے اسباب کے سوار ہوجاؤنگا۔ اور براہ راست قصر شیریں کو سدھاروں گا۔ اور چند روز وہاں ٹھیرونگا تاکہ کچھ خرچ مجھے پہنچا دو ❖

(ان تدبیروں سے شاہزادے کو باہر نکالتے ہیں۔ وہ اس مصیبت سے رہائی پاجاتا ہے۔ بیچارہ جان بچاکر چل دیتا ہے) ❖

پردہ گرایا جاتا ہے۔

سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ

نمبر ۱

شہر قزوین

معانی الفاظ اور تشریحات

الفاظ و معانی

کالسکہ = گاڑی

تگ و پو = دوڑ دھوپ۔

در تگ و پو در آمدہ = روانہ ہو پڑی ✣

الیستگاہ = پڑاؤ۔

قران = ایرانی روپیہ کا نصف۔

چلاؤ۔ خشکہ چاول بے گوشت

مہمانخانہ = سرائی جو معزز مسافروں کے لئے ہو ✣

ترجمہ صفحہ ۵۵

آخر ہماری گاڑی قزوین کی طرف تیزی سے چل پڑی۔ میں نے رفیقِ سفر سے پوچھا آپ کا اسم شریف کیا ہے تو اُس نے کہا "حاجی غلام رضاؔ"۔ اس نے بھی مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے کہا "ابراہیم"۔ میں نے کہا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ اُس نے کہا میں قزوینی ہوں (یعنے قزوین کا باشندہ)۔ میں نے دل میں کہا اچھا

معنے و الفاظ و تشریحات

سماوار ۔ سماوار
شام ۔ رات کا کھانا
خورش جوجہ ۔ چوزۂ مرغ کا سالن
خورش ۔ سالن
کثیف ۔ گندہ
دِہ کدہ ۔ چھوٹا سا گاؤں ۔
تنبل ۔ کاہل ۔ سُست ۔
جوق جوق ۔ گروہ ۔ گروہ
میکروب ہا ۔ جراثیم ۔
نہار ۔ صُبح کا کھانا ۔ ناشتہ ۔ دِن کا کھانا
حصیر ۔ چٹائی
جوامع ۔ جمع جامعہ ۔ جمعہ مسجد
طُلاّب ۔ جمع طالب ۔ طالبعلم ۔
دُور باشؔ و چشم بپوش ۔ برگرد ۔ بالابروَ ۔ پائیں بیا ر
وسط ایشیا میں جہاں کہیں مسلمانوں کی حکومت ہے ۔ جب خاندان شاہی کی بیگمات کی سواری نکلتی ہے ۔ تو حضور

ترجمہ

ہوا ۔ کہ میرا رفیق راستے سے واقف ہے ۔ یہ راستہ طہران سے قزوین تک بہت تعریف کے لایق ہے ۔ سڑک سب جگہوں پر سیدھی اور منزلیں (پڑائیں) اچھی اور آراستہ ۔ فی الحقیقت کہا جا سکتا ہے ۔ کہ یہ سڑک ایران کی سب سڑکوں سے بہتر ہے ۔ حاجی غلام رضا راستے کے دیہات اور منزلوں کی تعریف ایک ایک کر کے ہم سے بیان کرتا ہے ۔ ہر منزل پر پہنچتے ہی گاڑی کے گھوڑوں کو بدل دیتے ہیں ۔ اور ہمیں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہراتے ہم نے راستے میں ایک رات مقام کیا ۔ مسافروں کے واسطے ہر قسم کے آرام کا سامان مہیا ہے ۔ ہمارے پہنچتے ہی سماوار لے آئے ۔ ہم نے چائے دم کی ۔ خدمتگار سلیقے سے سوال و جواب کرتے ہیں ۔ نمازِ صبح کے بعد گھوڑوں کو گاڑی

الفاظ و معنے و تشریحات

کے اردلی اس قسم آوازیں لوگوں پر کسا کرتے ہیں۔ یعنے دُور ہو جاؤ ہٹ جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ دیوار کی طرف منہ کر لو۔ لوٹ جاؤ۔ اوپر جاؤ۔ نیچے آؤ۔ وغیرہ۔ اس موقعہ پر امیرزادہ حاکم قزوین کی والدہ کی سواری گذر رہی تھی جبکہ ابراہیم بیگ اور اس کے رفیق یوسف عمر کو یہ نظارہ دیکھنے کا اتفاق ہوا

بائیں و بالا اہل زبان کی اصطلاحیں ہیں۔ پہاڑ کی جانب کو بالا اور اسکے مقابل کی طرف کو پائیں کہتے ہیں جیسے کہ یہاں پشاور کی طرف جانے والی گاڑی کو اپ ٹرین اور اُدھر سے آنے والی گاڑی کو ڈاؤن ٹرین کہا جاتا ہے ❊

سیلی۔ طماچہ۔ تھپڑ ❊

ہی داد میرسند۔ فریاد کئے جاتا ہے ❊

لابہ۔ مکر۔ فریب۔ خوشامد۔

ترجمہ

صفحہ ٥٦

کے آگے باندھا۔ سوار ہو کر چل پڑے نماز شام کے قریب قزوین پہنچ گئے میں نے حاجی سے پوچھا کس سرائے میں ہمارا منزل کرنا بہتر ہے۔ اس نے کہا جہاں سے شہر شروع ہوتا ہے عین اُس جگہ ایک مہمانخانہ ہے۔ تمہارے لئے وہ جگہ بہتر اور مناسب ہے۔ اگر وہاں اترو گے تو آرام سے رہو گے۔ مہمانخانے میں پہنچے۔ دیکھا کہ فی الحقیقت اچھی جگہ ہے۔ اُس کے کئی ایک کمرے ہیں۔ ایک کمرہ ہمیں دیا گیا۔ دو قران فی شب کرائے پر جو بہت سستا ہے۔ حاجی کو خدا حافظ کہکر رخصت کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ مہمانخانے کے خدمتگار نے سماوار حاضر کیا اور کہا رات کے کھانے کے واسطے چلاؤ۔ پسند کرو گے یا پلاؤ۔ میں نے کہا آیا باورچی خانہ اور کھانا بھی رکھتے ہو۔ اُس نے کہا سب کچھ موجود ہے۔ میں نے کہا

الفاظ و معنے و تشریحات

پواشکی - آہستہ سے
صحبت در گرفت - گفتگو
شروع ہو گئی +
لئیم - بخیل +
ذغال - کوئلہ +
ذغال معدنی - پتھر کا کوئلہ
گرداور کاج - دو جنگلی
درختوں کے نام ہیں +
سمر کن - نشر کردے، مشہور کردے
ملل - جمع ملت +
شعبات ادارۂ ملک - ملک
کی حکومت کے محکمے +
ابدان - جمع بدن +
اراذل - کمینہ +
متداولہ - مُروجہ
+

سیاحت نامہ نمبر ۲
شہر مراغہ

سطر ۵ صوت جلی = آواز بلند
جعبہ = ترکش. تیر دان - قُبہ

ترجمہ

اگر چلاؤ چوزے کے سالن کے ساتھ دو تو اچھا ہو گا - اُس نے کہا بہت اچھا - چائے پی کر نماز ادا کی - پھر رات کا کھانا، شام (لائے - دوسرے دن حاجی غلام رضا ہماری ملاقات کو آیا - تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے - جاتی دفعہ اُس نے رات کے کھانے کا ہم سے وعدہ لے لیا - وہ چلا گیا - ہم بھی اپنی منزل سے باہر نکلے - اور پھرتے پھرتے بازار جا پہنچے - یہ شہر قزوین کسی وقت دارُا السلطنت تھا - لیکن اب اُس کی رونق جاتی رہی ہے - بہت غلیظ اور غیر آباد ہے - یورپ کے شہروں کے مقابل ایک چھوٹا سا گاؤں بھی شمار نہیں کیا جاتا - کیونکہ یورپ کے شہروں کے دروازے اور دیواریں بھی لوگوں کی آمد و رفت کی کثرت اور کاروبار میں

معنے و الفاظ و تشریحات

حلوا و گرزہ۔ درویشوں نے اپنے ساپنوں کے نام رکھے ہوئے ہیں ٭
بمعرکۂ مولا۔ یعنے مولا علی رضہ کے نام پر ٭
مافوق۔ بڑھ کر ٭
تشکیل حکومت۔ حکومت کا نظم و نسق ٭
غول۔ چھلاوہ ٭
دریاچہ۔ جھیل۔ غدیر ٭
آلاغ۔ گدھا۔ مرکب ٭
قوطی و قطی۔ ڈبیہ ٭
دکاکین۔ دکانات ٭
مجہول المعنی۔ بے معنی ٭
پاسخ۔ جواب ٭
بویژه۔ خصوصًا ٭
مزرع۔ کھیتی ٭
تکایا۔ جمع تکیہ ٭
اعلام۔ بڑے بڑے مشہور
شوارع۔ جمع شارع۔ رستہ، سڑک

ترجمہ

مشغولیت کے سبب سے گویا کہ جان اور حس رکھتے ہیں۔ کوئی شخص وہاں کی تجارت کی رونق کا اندازہ اس بات سے لگا سکتا ہے کہ سارے شہر میں ایک کو بھی بیکار نہیں دیکھیگا۔ سب لوگ کام میں مشغول ہیں۔ اور اپنے ملک کی ترقی کے فکر میں لگے ہوئے ہیں بر خلاف اس کے ہمارے ملکوں میں جدہر دیکھو لوگ ایسے کاہل سست اور بیکار ہیں۔ کہ ہر گوشے میں ٹولی ٹولی ہو کر بے فائدہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں سب شہر ویران اور قبرستانوں کی طرح غیر آباد ہیں اگر کوئی شخص دلکی آنکھوں سے دیکھے۔ تو شہر کے در و دیوار سے سن سکتا ہے کہ شہر باآواز بلند پکار رہا ہے۔ میرا کوئی مالک نہیں ہے۔ اور میری ترقی کے لئے لوگ بالکل قدم نہیں اُٹھاتے۔ ہیں تے

ترجمہ	لفظ و معنے و تشریحات
بہت افسوس کیا اور کیا ہو سکتا تھا؟ آخر میں نے (اپنے رفیقِ سفر) یوسف عمو کو مخاطب کر کے کہا یوسف کسی نانبائی کی دکان پہ چلیں۔ کچھ ناشتہ کریں۔ ہم نے تلاش کر کے ایک نانبائی کی دکان پیدا کی۔ میں نے دکان کے اندر کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ غلاظت کی کثرت کے سبب دکان میں داخل ہونا ہی ناممکن ہے۔ وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے کا تو کیا ہی ذکر پس ہم لوٹ آئے کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یوسف عمو کہہ رہا ہے یورپ کے بدبخت ڈاکٹر سب کے سب جھوٹ بکتے ہیں۔ کہ بیماری کے جراثیم غلاظت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہی صورت ہو تو پھر کیوں یہ لوگ باوجود اتنی بڑی غلاظت کے بیمار نہیں ہو جاتے۔ میں نے کہا مسجد چلیں نماز پڑھ کر منزل کی طرف واپس چلے جائیں۔ ناشتہ بھی وہیں	معابر۔ جمع معبر اسم ظرف جائے عبور ٭ ناملائمات۔ خرابیاں ٭ نغز۔ عجیب۔ نادر ٭ متعفن۔ بدبودار۔ مصدر تعفن اس کا مادہ عفونت ہے لنگ۔ چھوٹا سا تہ بند۔ جسکو کمر میں باندھکر حمام میں غسل کرتے ہیں ٭ چپوق۔ پائپ ٭ مشتری۔ گاہک۔ خریدار ٭ دلاک۔ ملنے والا مصدر دلک۔ ملنا دریافتن۔ معلوم کرنا ٭ تریاک۔ ایک معجون جو کہ فادِ زہر ہے۔ افیون ٭ تریاک وطن۔ وہ چیز جو ایسے ملک کے لئے جس میں مختلف زہریلے اثرات مثلاً جہالت، بےغیرتی، بے علمی، قدامت پرستی وغیرہ غالب اور جو زہر کا کام دے۔ یعنے

الفاظ و معنے و تشریحات

ہر قسم کے عیوب تمدنی، علمی، تجارتی صنعتی وغیرہ کا مداوا ہو سکے +
شمع کافوری۔ وہ موم بتی جس میں خوشبو کے لئے کافور کی ملاوٹ ہو اور کافور کی طرح شفاف ہو +
چقندر۔ جس طرح نیشکر سے کھانڈ بنتی ہے۔ ویسے ہی چقندر سے بھی بنتی ہے۔ چنانچہ جرمنی میں دریائے رائین کے کنارے سینکڑوں میلوں تک چقندر کی زراعت محض اسی غرض سے بڑے اہتمام سے کی جاتی ہے +

ترجمہ

کھائیں۔ ہم مسجد شاہی میں گئے فی الحقیقت بڑی عالیشان مسجد ہے۔ لیکن کیا فائدہ جیسی کہ باہر سے عالیشان معلوم ہوتی ہے اُس سے بڑھ کر سو درجہ اندر سے خراب ہے۔ چٹائیاں سب جگہوں سے پھٹی پڑی ہیں۔ چند آدمی ایک جگہ بیٹھ کر انار کھا رہے تھے۔ دوسری جگہ کسی نے خربوزہ کھا کر اُس کے چھلکے اور بیج ایسی بُری طرح پھینکے ہُوئے تھے۔ کہ خدا کی پناہ۔ غیرت مند مسلمان کوئی بھی ایسا نہیں ملیگا۔ جو یہ ناپسندیدہ حالت دیکھ کر اپنے رونے کو ضبط کر سکے۔ سبکس نے اپنے دل میں کہا۔ ای خداوند تعالےٰ یہ جگہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ بے غیرت مسلمان کیوں اس کی عزت ملحوظ نہیں رکھتے۔ یہ وہ گھر ہے جہاں سے اسلام کا شرف (چاروں طرف) منتشر ہونا چاہیئے۔ آخر ہم نے مصر اور قسطنطنیہ کی عام مسجدیں اور جامع مسجدیں بھی دیکھی ہیں۔ کہ اُن سب میں نہایت قیمتی فرش بچھے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے در و دیوار سے لطیف خوشبوئیں

صفحہ ۵۵

آسمان تک جھک رہی ہیں۔ اُن میں موذن اور ذکر وغیرہ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ پانچوں وقت وہاں سے اذان محمدؐی کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اُن کے مقابل اِن مسجدوں کو ہم کس طرح مسجد یا عبادت خانہ کے نام سے موسوم کریں۔ میں نہیں جانتا کہ اِس بدبخت قوم پر کیا مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ کہ سب کے سب اندھے اور بہرے ہو رہے ہیں۔ اگر بالفرض یہ کہا جائے کہ قوم کے لوگ عامی اور جاہل ہیں تو کیا عالم اور فاضل اور سید اور بزرگ اشخاص بھی اس حالت کو نہیں دیکھتے یا مسجد کے معنے نہیں جانتے ان مسجدوں میں نماز با جماعت بہت کم پڑھی جاتی ہے۔ ہر گوشے میں چند آدمی بجائے جانماز کے اپنے رومال یا تولیے بچھا کر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ چونکہ زمین پر بہت سی گرد اور غبار صفحہ ۵۹
ہوتا ہے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا اور نماز ادا کر کے مسجد سے باہر نکلے۔ چند قدم کے فاصلے پر مسجد سے ذرا دور ہم نے دیکھا۔ کہ بحث و مباحثے کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ طالبعلموں کی آواز ہے۔ جو مدرسہ سے آرہی ہے۔ پس ہم مدرسے میں گئے۔ جو ایک وسیع اور شاندار عمارت تھی۔ کہتے ہیں۔ کہ خاندان صفوی کے کسی بادشاہ نے یہ عمارت بنوائی تھی۔ ایک حجرے کے بیچ پر ایک معلم کو دیکھا کہ وضو کر رہا ہے۔ لیکن اسی حجرے میں دو آدمیوں کے شور کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ باوجودیکہ یہ معلم دیکھ رہا ہے۔ کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ پھر بھی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور وضو میں مشغول ہے نہ اُس کی

اس حالت سے تعجب کر کے میں نے غور سے نگاہ کی تو دیکھا۔ کہ
دو طالبعلم جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ حجرے
میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے۔ آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔
کبھی ایک کتاب کو نہایت تندی سے اوپر کی طرف اُٹھاتا اور ایسا
معلوم ہوتا گویا کہ دوسرے کے سر پر دے مارینگا۔ کبھی دوسرا
اسی طرح کرتا۔ الغرض عجب معرکہ تھا۔ میں نے اس معلم سے جو
وضو کر رہا تھا۔ اور اب وضو تمام کر کے (پاؤں پر) مسح کر رہا تھا۔
دریافت کیا۔ "جناب معلم صاحب! یہ کیوں جھگڑ رہے ہیں؟"۔ اُس
نے کہا یہ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا آپ ان کو نہیں
دیکھتے۔ اُس نے کہا بحث کر رہے ہیں۔ نہ کہ جھگڑا۔ میں نے کہا
کونسا امر زیر بحث ہے۔ اُس نے کہا یہ علمی مباحثہ ہے۔ میں نے کہا تصوف؟
کیوں نرمی اور شیریں زبانی سے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں
نہیں کرتے۔ اُس نے کہا کیا ہنسی اور نرمی سے بھی علم سیکھا جا
سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ میں نے یہ عرض نہیں کیا۔ کہ ایک دوسرے کے
ساتھ بیٹھے ہنسیں۔ بلکہ جس طرح میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ اس
طرح وہ بھی باہم بات چیت کریں۔ معلم نے نہایت خفگی سے میرے سر سے
پاؤں تک میری طرف دیکھا اور کہا۔ کیا تو ترک ہے؟ میں نے کہا ہاں
میں آذر بائیجان کا باشندہ ہوں۔ اس نے کہا کہ یہی سبب ہے۔ کہ تو
کچھ نہیں سمجھتا۔ چل چل یہ کوئی سیر کی جگہ نہیں ہے۔ لاچار ہم آگے
چلے گئے۔ مگر ہر حجرے میں یہی معرکہ برپا تھا۔ میں نے کہا یوسف عمو!
آؤ چلیں۔ اس ملک میں جہاں جس چیز پر نظر ڈالتے ہیں۔ وہی ہمارے

غم کو بڑھا دیتی ہے۔ اس بات کی مجھے خبر نہ تھی کہ علم سیکھنے کے لئے شور کیا جانا چاہیئے، غل مچانا چاہیئے۔ نعرے مارنے چاہیئیں۔ ابھی مدرسے سے چند قدم بھی آگے نہ بڑھے تھے۔ کہ دفعتًا دوسری طرف سے ہٹو ہٹو کی آواز اٹھی۔ سرکاری اردلیوں کی آوازوں "آنکھیں بند کرو۔ لوٹ جاؤ۔ اوپر جاؤ۔ نیچے آؤ" سے آسمان کے کان بہرے ہوئے جاتے تھے (یعنی سخت شور مچ گیا تھا) میں نے دیکھا کہ ہر دو طرف اردلیوں کی قطاریں آرہی ہیں۔ اور ان دونوں قطاروں کے درمیان ایک گاڑی آرہی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ دیواروں کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو گئے ہیں۔ الغرض ہم نے بھی لوگوں کے دیکھا دیکھی دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ اور گاڑی کی طرف پیٹھ کرکے کھڑے ہو گئے۔ بیچارے یوسف عمو کو جو دیوار کی طرف منہ کرکے ادب سے جھک کر کھڑا تھا۔ اردلیوں نے خیال کیا کہ تمسخر کر رہا ہے۔ میں بھی دیوار کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔ دفعتًا دیکھتا ہوں کہ خوب مار پیٹ ہو رہی ہے۔ بیچارے یوسف عمو کے سر اور بدن پر چاروں طرف سے پے در پے گھونسے دھپھڑ اور لاٹھیاں برس رہی ہیں۔ بیچارہ فریاد کئے جا رہا ہے۔ بابا کیوں مارتے ہو میرا کیا گناہ۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر کہا بابا آخر مسلمان ہو۔ اس بیچارے مسافر کو کیوں مارتے ہو۔ انہوں نے کہا اس جہنمی کے بیٹے نے شاہزادی صاحب کی بے ادبی کی ہے۔ (پھر یوسف عمو کو مخاطب کرکے) ای جہنمی کے بیٹے۔ گاڑی گزر گئی۔ اردلی پیچھے رہ گئے۔ کہ یوسف

سفواہ

عمو کو اپنے ساتھ پکڑ کر لے جائیں۔ میں اپنے دل میں فکرمند تھا۔ کہ
الٰہی کیا کروں۔ ہر ایک سے عاجزی اور خوشامد کرنے لگا۔ کہ اے
بابا جان! یہ مسافر شخص آپ کے ملک رواج سے ناواقف ہے
اُس نے اپنے خیال میں تعظیم کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میری
بات کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دفعتًا میرے دل میں خیال آیا کہ ایسے
موقعوں پر اِن ملکوں کی بدعادت کی وجہ سے روپیہ پیسہ تمام
مشکلات کا حل کرنے والا ہے۔ چپکے سے میں نے پانچ قران باہر
نکالے جسے دیکھتے ہی وہ بے اختیار ہو گئے۔ اور موم کی طرح نرم
ہو گئے۔ اور وہ روپیہ میرے ہاتھ سے لیتے ہی چلتے بنے۔ ہم نے
بھی نجات پائی۔ لیکن یوسف عمو رو رہا ہے۔ اور میں اُس کی طرف سے
شرمسار ہو رہا ہوں۔ بہرحال تسلی بخش باتوں سے اُس کی دلجوئی صفحہ ۷۷
کرتے ہوئے ہم منزل پر پہنچے۔ اور بجائے ناشتے کے صرف سیگار
ہی پے در پے پی رہے ہیں۔ اور دھواں کھا رہے ہیں۔ میں نے
دل میں کہا کہ اگر حاجی غلام رضا سے وعدہ نہ کیا ہوتا۔ تو اسی
وقت اس شہر سے باہر نکل جاتا۔ الغرض اور چوبیس گھنٹے تک
ہم سرائے سے باہر نہ نکلے۔ دوسرے دن سورج غروب ہوتے کے
قریب حاجی کا نوکر آیا۔ اور مہمان خانے کے ملازم سے پوچھا۔ ابراہیم
بیگ کون ہے۔ اس نے پتہ بتایا۔ نوکر مذکور میرے پاس آیا۔ اور
سلام کیا۔ اور کہا مہربانی فرما کر تشریف لے چلیئے۔ حاجی آپ کا انتظار
کر رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ یوسف عمو چلنے پر مائل نہیں ہے۔ میں
نے اُسے کہا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہم وعدہ کر چکے ہیں۔ چلنا

چاہیئے۔ کل انشاءاللہ تعالیٰ یہاں سے روانہ ہو جائینگے۔ ہم اُٹھ کر
حاجی کے نوکر کے ساتھ ہو لئے۔ حاجی نے اپنے گھر کے دروازہ پر
ہمارا استقبال کیا۔ اور بڑی عزت سے ہمیں کمرے میں لے گیا۔
دیکھا کہ دس بارہ اور آدمی بھی مہمان ہیں۔ ہم سلام کر کے بیٹھ
گئے۔ اور خوش آمدید وغیرہ رسوم کے ادا ہونیکے بعد ہر طرف
سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مہمانوں میں سے اس شخص
کو جو صدر مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص
نے مخاطب کر کے باآواز بلند پوچھا "جناب شمس الشعرا صاحب!
کیا آپ نے کوئی تازہ نظم لکھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں کل رات۔
جناب نواب والا امیرزادہ کی شان میں کچھ لکھا ہے۔ کل جمعہ
صفحہ ۴۳ کا دن ہے۔ خود اُن کے حضور جا کر پڑھ سناؤنگا۔ اس نے
بغل جیب میں ہاتھ ڈالکر ایک کاغذ نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔
ہر بیت کے آخیر میں سامعین سے بارک اللہ (خدا تمہیں برکت
دے)، احسنت (آفرین) کی آوازیں نکلتی تھیں۔ ان میں سے
ایک نے کہا۔ آپ کے خیال مبارک پر آفرین۔ واہ واہ واہ۔ آپ
نے کیا خوب کہا ہے۔ پھر میری طرف رُخ کر کے کہا۔ اے مشہدی! یہ
کلام کیسا ہے۔ میں نے جواب دیا میں ان باتوں کو نہیں سمجھتا۔ اس
نے کہا تو کس طرح نہیں سمجھتا۔ یہ ایسا کلام ہے کہ سر تا پا روح ہے۔
میں نے کہا اس میں کچھ روح نہیں۔ اب یہ طرز پرانی ہو چکی ہے۔
ان جھوٹی باتوں کا عوض دنیا بھر میں کوئی ایک دینار بھی نہیں
دیتا سوا اس ملک کے اور اس کا سبب بھی بیکاری اور بے غیرتی اور

بے علمی اور غفلت کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ جان بوجھ کر تو ایک ظالم کی تعریف انصاف کے ساتھ اور جاہل کی علم و فضل کے ساتھ اور ممسک کی سخاوت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور ایسے بے معنی جھوٹھ گھڑ کر تو آپے میں پھولا نہیں سماتا۔ اب وقت وہ وقت نہیں رہا کہ ایک عقل مند شخص ایسی باتوں پر فریفتہ ہو جائے۔ شاعری یعنے نالایق لوگوں کی تعریف اُس خوشنویس کی مانند ہے۔ جو حرف کاف کی کشش اور نون کا دایرہ بہت عمدہ کھینچتا ہے۔ اور اچھا لکھتا ہے۔ اور بس۔ اس قسم کے اور کام بھی چندان انسانی فضیلتوں میں شمار نہیں کئے جاتے۔ تو مطلب کی بات لکھ اگرچہ کاف کی کشش ٹیڑھی ہی ہو سب انصاف پسند کہیں گے کہ سچ کہا ہے۔ آج کل "مارِ زلف" (زلف کا سا سانپ) "سنبلِ کاکل" (کاکل کا سنبل) کا بازار بے رونق ہو چکا ہے (یعنی سانپ کی طرح ڈسنے والی زلف اور سنبل جیسی خوشبو دار بالوں کا بازار بے رونق ہو چکا ہے۔ یعنی قدیمی شاعری کے اس قسم کے استعارے متروک ہو چکے ہیں)۔ بال جیسی باریک کمر کی کوئی حقیقت نہیں رہی۔ ابرو کی کمان ٹوٹ چکی ہے۔ ہرن کی آنکھیں اُس کمان کے خوف سے نجات پا چکی ہیں۔ ہونٹ کے تل کی بجا پتھر کے کوئلے کی بات کرنی چاہیئے۔ اور سرو اور شمشاد جیسے خوشنما قد کی بات ترک کر کے جنگلِ ماژندران کے گرد اور گاج کے درختوں کی بات کر (یعنے ملک کی مالی حالت اور ذرایعہ آمدنی پر غور کر) چاندی کے سے گورے رنگ والے معشوقوں کے دامن سے ہاتھ ہٹالے

صفحہ ۹۴

اور چاندی اور لوہے کی کانوں کے سینے پر لٹک جا یعنے ان دھاتوں
کو کانوں سے نکالکر ملک کو فائدہ پہنچا) عیش کے بستر ے کو لپیٹ ڈال
اور اپنے وطن کے قالین بافی کی کارگاہوں (کھڈیاں) کو وسعت
دے۔ عقل کو برہم کر دینے والی شراب کو بیچیا ساقی کے لئے چھوڑ
دے۔ وطن کی افیون کی تجارت بڑھا اور رواج دے۔ شمع اور
پروانے کا قصہ پرانا ہو چکا۔ موم بتی کے کارخانے کھولنے کی بات
کر۔ میٹھے ہونٹوں والے معشوقوں کی صحبت کو عاشق مزاجوں کے لئے
چھوڑ دے۔ چقندر کا گیت گا جس سے شکر بنتی ہے۔ الغرض اس
قسم کے ردی خیالات جو آیندہ نسلوں کے اخلاق بگاڑنے والے
ہوں چھوڑ دے۔ وطن کی محبت، وطن کی آسودہ حالی، وطن
کی آبادی کے اسباب کا گیت گا یعنے ان مضامین پر نظمیں لکھ)
اس شاعری سے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ تمہیں دین و دنیا
میں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ تمہارا وطن ان بے مروت حاکموں
کے ظلموں سے ایسا ویران ہو چکا ہے۔ کہ اس کا پھر آباد ہونا۔ تصور
میں نہیں آسکتا۔ یہ ظالم امیر زادہ جسے تم نے صدق میں یوسف علیہ صفحہ ۶
السلام کا ثانی قرار دیا ہے۔ اور شان کی عظمت کے لحاظ سے حضرت
سلیمان علیہ السلام سے بھی بڑھ کر اس کی تعریف کی ہے۔ ایک ایسا
جاہل ظالم ہے۔ کہ آج اس بے ایمان دغا باز کی ماں کی بدبختی سے
جس کو تم نے یوسف علیہ السلام کا ہم پایہ بیان کیا ہے۔ اس بیچارے
یوسف عمو پر سرکاری اردلی وہ کونسی مصیبت ہے۔ جو نہیں لائے۔
لاٹھی گھونسے۔ دھپھڑ، لات، کسی میں کسر نہیں رکھی۔ اور کوئی ایسا شخص

پیدا نہیں ہوا۔ جو اُس کے حال پر رحم کرے۔ یا اُس کے جرُم کی کیفیت دریافت کرے۔ اگر جان سے مار ڈالتے تو پھر بھی۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے آنکھ دیکھنے کے واسطے عطا کی ہے۔ امیر زادے کی ماں کو چاہیئے کہ وہ خود پردے میں رہے۔ کمینوں کے ایک گروہ کے ہاتھ میں لاٹھیاں ڈنڈے دے کر لوگوں کے پیچھے ڈال دینا (جو یہ کہتے جاتے ہیں) اندھے ہو جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ منہ دیوار کی طرف کر لو۔ اِس کے کیا معنے ہیں؟ کیا یہ مسلمانی کا طریقہ ہے؟ اگر تو فی الحقیقت شاعر ہے اور شعر کی فلاسفی سمجھتا ہے۔ تو ہماری آج کی سر گذشت کو نظم میں لکھ کر شہر میں مشہور کر دے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ ایران میں کیا ہو رہا ہے۔ سب قوموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روئے زمین پر سب سے پہلی متمدن ([illegible]) قوم ایرانی ہیں۔ جو سب قوموں سے بڑھ کر عزت اور فخر کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے کہ سب قوموں سے زیادہ وحشی وہی خیال کیئے جاتے ہیں۔ اور غیر لوگ اُن کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میں خود بھی ایرانی ہوں اور پانچ مہینے ہوئے ہیں۔ کہ اپنے وطن کے
صفحہ ۲ دیدار کے لئے اس بد قسمت ملک میں آیا ہوں۔ بہت زیادہ خرابیوں کے سبب جو ہر جگہ ہر روز ملک کے انتظامِ حکومت کے ہر برانچ میں دیکھتا ہوں۔ میرا دل خون خون ہو گیا ہے نیند عیش اور خوش وقتی سے رہ گیا ہوں۔ لیکن تمہیں اِن

حالات سے بے خبر پاتا ہوں۔ افسوس کہ خون تمہارے بدنوں میں جم گیا ہے۔ انسانی جذبات سے غافل رہ گئے ہو۔ ظلم تمہارے ملک کو پامال کر رہا ہے۔ پرلے درجے کی جہالت کے سبب تم اُس (ظلم) کے مٹانے کے درپے نہیں ہوتے۔ اور جو علم و فضل رکھتے ہو۔ وہ صرف ان چند بے معنے کلمات کا ایک دوسرے کے ساتھ باندھنا۔ اور اُس گروہ کے حق میں جو تمام خلقت سے زیادہ رذیل ہے۔ بالکل سفید جھوٹھوں کا جوڑنا ہے۔ اور ان کے جوڑنے والے کو ملک الشعرا، شمس الشعرا، کا لقب دے کر مجلس میں بٹھاتے ہو اور گفتگو کی اثنا میں آپ کا غلام آپ کے سر مبارک کی قسم اور کیا کچھ کہکر اس شخص کو دھوکے میں ڈالدیتے ہو۔ اور وہ بیچارہ خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں روئے زمین کے انسانوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہوں۔ حالانکہ علوم و فنون مروجہ کی بحث میں کسی سکول کے ایک طالبعلم کا جواب بھی نہیں دے سکتا۔ اگر اُسے کچھ برتری ہے۔ تو البتہ جھوٹ بولنے اور بیہودہ گوئی میں ہے (اس تقریر کے بعد) میں نے جان لیا کہ صاحب خانہ (میزبان) شمس الشعرا کی طرف سے شرمسار ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اہل مجلس میں سے صرف ایک دو شخص میری طرف مایل ہیں۔ لیکن باقی سب کے سب چاہتے ہیں۔ مجھے قتل کر کے بوٹی بوٹی کر دیں۔ ایک شخص بول اُٹھا۔ ان کو اپنے حال پر رہنے دو یہ ترک ہیں۔ سیدھے سادے ہیں اور بے تربیت ہیں (اس کے بعد) رات کا کھانا لائے۔ جو صفحہ ۲

کھایا گیا۔قہوہ حقہ پینے کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔صاحب خانہ کے نوکر نے بھی لالٹین جلاکر ہمیں منزل پر پہنچا دیا۔ اگرچہ پہلے مجھے خیال تھا۔کہ میں تین دن تزوین ٹھیرونگا۔لیکن یوسف عمو کے واقعہ کے بعد وہاں ٹھیرنے سے دل اکھڑ گیا ⁂

سفرنامۂ ابراہیم بیگ

نمبر ۲

مراغہ

صفحہ ۶۸

آخر تھوڑی سی گشت لگاکر اور سیر کر کے ہم منزل کی طرف لوٹ گئے۔ میدان میں سے گزرنے کے اثنا میں میں نے دیکھا ایک جگہ لوگ انبوہ کی صورت میں جمع ہیں۔ اور بآوازِ بلند یا علیؓ یا علیؓ کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا یوسف عمو! اُس طرف چلیں دیکھیں کیا معاملہ ہے۔ آگے بڑھ کر ہم نے دیکھا کہ بازاری اور دیہاتی لوگوں کی ایک بڑی جماعت دایرے کی صورت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ایک جماعت اُن کی پیٹھ پیچھے کھڑی ہے اور حلقے کے درمیان دو درویش مرد اور دو تین درویش بچے وِرد و وظیفہ میں مشغول ہیں۔ ایک نے اُن درویشوں میں سے کہا جو شخص "یا علیؓ" اس سے زیادہ بلند آواز سے کہیگا، میرے مولا علیؓ قبر میں اُس کے رفیق ہونگے۔ اور خود اُس نے منہ پر ہاتھ رکھکر بہ آواز بلند نعرہ لگایا، "یا علیؓ"۔ اور سب لوگوں نے

بھی جو تعداد میں دوسو کے قریب تھے۔ اس کی تقلید (پیروی) کرتے
ہوئے ایک ہی دفعہ "یا علیؓ" کا نعرہ لگایا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا
کہ درویش نے اپنے چغے کے نیچے سے دو تین ترکش نکالے۔ ایک
طرف تو منتر پڑھ رہا تھا۔ اور دوسری طرف ترکشوں کے منہ کھول
رہا تھا۔ کہ دفعتاً سرخ سیاہ رنگا رنگ کے سانپ ترکش سے گرنے
لگے۔ وہ قسم قسم کے گیت گاتا جاتا اور کہتا جاتا تھا۔ میں نے منتر پڑھ
لیا ہے۔ "امی حلوا حلوا مار گزرہ امارہ باہر نکل آ حیدر صفدر (صفوں
کو چیر ڈالنے والے شیر یعنے حضرت علی رضہ) کے عشق میں" اس
قسم کی بے معنی باتیں اس قدر کہیں کہ اُس کے منہ میں جھاگ
آگئی۔ اسی حالت میں دفعتاً لوگوں کو کہنے لگا۔ کہ سب ہاتھ اُٹھاؤ۔
سب نے اُس کے حکم کی تعمیل میں ہاتھ بلند کئے۔ یہاں تک کہ میں
نے اور یوسف عمو نے بھی ہاتھ اُٹھائے۔ پھر کچھ دعا پڑھ کر کہنے
لگا۔ سب اپنے اپنے ہاتھ جیبوں میں لے جاؤ۔ سب نے اُس کے
حکم کی تعمیل کی۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ دعا پڑھ کر
کہنے لگا۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا مولا کے نام پر پھینک دو۔ کیا
دیکھتا ہوں۔ کہ پیسے ہیں۔ جو گر رہے ہیں۔ نیم شاہی (ادھنی)
اور شاہی (آنہ) چاروں طرف سے مینہ کی طرح اُس حلقے میں
برس رہی ہیں۔ میں نے بھی ایک نیم قران (یعنے چونی) پھینکا
صفوہ میں نے دیکھا یوسفؐ ہنس رہا ہے۔ لیکن ایک عباسی (روپے کا
تیسرا حصہ) اس نے خود بھی ڈالدی ہے۔ اس کلندر شخص نے
لوگوں (عوام الناس) کو ایسا سخت ڈرایا ہے۔ جس سے بڑھ کر

تصور نہیں کیا جا سکتا۔ عام لوگ خیال کرتے ہیں کہ اُس کے کہنے پر اگر عمل نہ کریں۔ اور پیسے نہ دیں تو دنیا اور آخرت میں نجات نہیں پا ئینگے ٭

القصہ اِن شیطان کی خصلت والوں اور درویش کی صورت والوں نے ایک تو بیچارے لوگوں کو دھوپ میں تین گھنٹے تک اُن کے کار و بار سے رکھا۔ اور دوسرے پیسہ نقد جس کی خود اُنہیں ضرورت تھی۔ لوگوں کے ہاتھ سے نکال لیا۔ میرا دل ان سید سے ساد ہے لوگوں کی خاطر بہت جلا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا۔ سبحان اللہ! یہ عجب حالت ہے نہایت عجب! اِس سلطنت کے امرا وغیرہ یا تو اندھے اور بہرے ہیں یا یہ کہ حکومت کے معنے ہی نہیں سمجھتے۔ حکومت کے قیام اور نظام کا مقصود سوا اس کے نہیں کہ عوام الناس کو بادیۂ (جنگل) شرارت کے بھوتوں سے محفوظ رکھا جائے۔ قصہ کوتاہ میرے پرانے درد پھر تازہ ہو گئے ٭

میں نے کہا یوسفؒ عمو لیس۔ یہاں کی سیر سے بھی ہم سیر ہو گئے ہیں۔ چلو منزل پر چلیں۔ منزل پر پہنچ کر نماز ادا کی۔ اور رات کا کھانا کھا کر سو رہے۔ اور صبح کے وقت اُٹھے۔ شہر ارومیہ کی سیر کے ارادے سے سوار ہو کر جھیل ارومیہ کے ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس تمام رستے میں انگور کے باغات اور سب قسم صفحہ ۴۲
کے میوہ دار درخت ہیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے معقول گاؤں ہر طرف دکھائی دیتے ہیں۔ القصہ شام کے نزدیک ہم جھیل

ارومیہ کے ساحل پر پہنچے۔ کشتی موجود تھی۔ ہم اس میں بیٹھ گئے اور وہ جزیرے کی طرف چل پڑی۔ سورج ڈوبنے کے قریب ہم جزیرے میں پہنچ گئے۔ ملاح نے گوسفندوں کو جن سے کشتی لدی ہوئی تھی باہر اُتار دیا۔ (یعنی ہم نے کشتی ہی میں رات گزاری) ہم بھی شام کی نماز ادا کرکے اور رات کا کھانا کھاکر سو گئے۔ علی الصباح جب جاگے تو اپنے آپ کو جھیل کے کنارے پر شہر ارومیہ کے نزدیک پاکر جلدی باہر نکل آئے۔ یہاں سے شہر دو فرسنگ پر ہے۔ فوراً دو گدھے کرایہ کرکے شہر کی طرف چل پڑے۔ دو گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک سرائے میں جس کا نام گلشن تھا فروکش ہوئے۔ اُس دن کہیں نہ گئے صبح ناشتے کے بعد یوسفؒ عمو نے کہا کہ میں حمام جاتا ہوں میں نے کہا تمہاری مرضی بے شک جاؤ۔ وہ چلا گیا۔ اور میں بھی سرائے کے صحن میں قدم زنی (ٹہلنا) کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے کمرے کے روبرو بیدانہ انگور صاف کرکے ملکِ روس میں بھیجنے کے لئے ڈبیوں میں بھر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر تک کھڑا رہ کر اس کا تماشا کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ مزدورں کے درمیان جو ڈبیاں بھرنے میں مشغول تھے۔ جھگڑا ہو رہا ہے اور جھگڑا ابھی اس حد تک کہ قریب تھا کہ گھونسوں اور تماچوں تک نوبت پہنچ جائے میں نے خوب کان لگاکر سنا تو معلوم ہوا کہ ایک کہہ رہا تھا کہ یہ تمام نعمتی بے غیرت ہیں۔ دوسرا اُس طرف سے بول اُٹھا۔ کہ حیدری سے زیادہ بے غیرت دنیا میں کون ہے۔ شاید تو بھول گیا ہے کہ فلاں دعوتی (جنگ) میں ہم سے

صفحہ ۲۷

لومڑیوں کی طرح بھاگ نکلے تھے۔ اس وقت مجھے بھی یاد آگیا کہ والد مرحوم ایک دفعہ نقل کرتے تھے۔ کہ ایران کے اکثر بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کے درمیان دو قبیلوں حیدری اور نعمتی کے درمیان جنگ ہے۔ اور ان دونوں ناموں کی طرفداری میں جنہیں اِن شور کرنے والے فریقین میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ ہر سال خونریزی ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ فریق غالب فریق مغلوب کے گھروں اور دکانوں پر حملہ کرکے مال و اسباب کے لوٹ لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ انگور بیدانہ کے ڈھیر کے مالک سے میں نے پوچھا کہ تو کیوں اِن کو چپ نہیں کراتا۔ ان دو بے معنی ناموں پر یہ سارا جھگڑا کیوں ہے۔ کیا یہ سب ایک ملک کے باشندے اور ایک دوسرے کے دینی بھائی اور ہم وطن نہیں ہیں۔ جواب میں اُس بیچارے نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔ اے پیارے بھائی اِن جاہلوں کو نصیحت کرنا۔ میری ڈیوٹی نہیں۔ نصیحت کرنا شہر کے عالموں اور عقلمندوں کا کام ہے۔ افسوس کہ وہ بے انصاف انہیں نصیحت نہیں کرتے .... بلکہ وہ خود اس فتنے کی آگ کو بھڑکانے والے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض حیدریوں کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ اور بعض نعمتیوں کے۔ بے انصاف مرثیہ خوان تو بالخصوص اس فساد کے محرک ہوتے ہیں۔ اور اُنہوں نے قوم کے جاہلوں کے دلوں کے کھیت میں اس فساد کا ایسا بیج بو دیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں مرثیہ خوانوں کی جیب بھرتے ہیں۔ اور امام باڑوں کی سجاوٹ اور زیب و زینت

صفحہ ۱۸۱

ہیں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سینے
پیٹتے ہیں۔ اور سنگل مارتے ہیں۔ اپنے سر پھوڑ ڈالتے ہیں وغیرہ وغیرہ
یہ سب شریعت کے خلاف ہیں۔ اور خاصکر دکھاوے کی خاطر
کرتے ہیں۔ اکثر بڑے بڑے مجتہد اور زبردست عالم ان کاموں
کو حرام جانتے ہیں۔ دیکھتے ہو کہ ہماری مسجدیں سب کی سب
خراب اور گرد و غبار میں غرق ہیں۔ اور ان میں سے اکثروں
کے دروازے بند پڑے ہیں۔ یہ ظالم مرثیہ خوان کوچوں بازاروں
سراؤں اور سڑکوں میں جہاں سے ہر ایک شخص عبور کرنے
اور گزرنے کا حق رکھتا ہے۔ لوگوں کی گذرگاہیں روکے بیٹھے
ہیں۔ اور اُن جگہوں میں مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور اس فعل
کا نام عبادت رکھتے ہیں ۔

میں نے کہا ای بھائی آگے آ اور مجھے اجازت دے کہ تیرے مبارک منہ
اور ہونٹوں کو بوسہ دوں۔ ایران میں میں نے تم کو پہلا شخص قابل عزت
پایا ہے جو ان باریک نکتوں کی طرف متوجہ ہے اور اپنے وطن کی
دردمند ہے۔ اپنے سفر کے دوران میں جبکہ میں نے ہر
طرف آنکھیں کھلی رکھیں اور ہر آواز پر کان لگائے رکھے۔ ان ہم
صفحہ ۱۴ وطنوں کی جماعت میں سے میں نے کسی ایک شخص کو بھی نہیں دیکھا
جس نے ان خرابیوں کو معلوم کیا ہو۔ تمہارے جیسی عجیب باتیں
میں نے کسی سے نہیں سنیں۔ شاید تو عیسی علیہ السلام کا سا دم
رکھتا ہے۔ فی الحقیقت تو نے مجھے زندہ کر دیا۔ خدا تعالے تجھے
لمبی عمر عطا کرے ۔

یوسف عمو کو حمام گئے ہوئے چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ مگر واپس نہ آیا۔ میں اُس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ سرائے سے نکل کر پاس کی دکانوں کو دیکھتا رہا۔ غروب آفتاب کے قریب یوسف عمو آیا۔ میں نے پوچھا کہ تو نے اس قدر دیر کیوں کی۔ اس نے کہا تم نے عہد کر رکھا ہے۔ کہ جب تک ایران میں ہو حمام نہ کروگے در اصل تمہارا مدّعا تو یہ ہے۔ کہ حمام کے مرکزی حصّے میں جہاں پانی بدبودار ہوتا ہے۔ اور ہر کوئی وہاں جاتا ہے نہ جاؤ نہ یہ کہ حمام میں بالکل داخل ہی نہ ہو۔ یہاں کے حمام عجب سیر کی جگہ ہیں۔ چاہیئے کہ کل میری خاطر حمام کرو۔ مرکزی حصے میں بے شک داخل نہونا اُس سے باہر ذرا دور ٹھنڈے پانی سے نہا دھو لینا۔ اور گندگی سے احتیاط کرنا بھی ممکن ہے۔ میں نے کہا کہ اس تمام اصرار سے تمہارا مدعا کیا ہے؟ اس نے کہا تم یہاں سیر و سیاحت کے لئے آئے ہو۔ اور جو کچھ دیکھتے ہو۔ اُسے قلمبند کر لیتے ہو یہاں حمام میں بھی بہت سی باتیں دیکھنے اور لکھنے کے قابل ہیں۔ میں نے کہا تم جواب مصلحت سمجھتے ہو تو پھر کوئی مضایقہ نہیں۔ کل چلیں گے۔ اور اتفاق سے کل کا دن جمعہ تھا۔ میں یوسفؒ عمو کے ہمراہ حمام گیا۔ دستور کے مطابق ہم کپڑے اُتار کر حمام کے اندر گئے۔ ابھی چند قدم بھی نہ اُٹھائے تھے۔ کہ ایک شخص نے ایک پانی کا کٹورہ میرے پاؤں پر چھڑک دیا۔ اور ایک اور کٹورہ یوسف عمو کے پاؤں پر۔ میں نے متعجب ہو کر یوسف عمو کے منہ کی طرف دیکھا۔ اور اُس سے اشارۃً اس پانی چھڑکنے کے معنے پوچھے۔ اُس

صفحہ ۵

نے کہا۔ آؤ ٹھنڈے پانی کے حوض کے کنارے پر بیٹھیں۔ پھر
اس کے معنی تمہیں بتاؤنگا۔ وہاں پہنچ کر ہم بیٹھ گئے۔ میں
نے دیکھا کہ حمام میں دُور دُور تک چالیس جگہوں پر غسل
کے تہ بند بچھا کر لوگ اُن پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنے
ہاتھ پاؤں داڑھی مُوچھ اور زلفوں پر مہندی لگاکر باندھے
ہوئے ہیں۔ کسی کے لئے پایپ سیگار وغیرہ لاتے تھے۔ اور
کسی کے لئے حقہ اور کسی کو چائے دیتے تھے۔ یوسف عمو نے
کہا جن لوگوں نے ہمارے پاؤں پر پانی ڈالا تھا۔ وہ دلاک (حجام)
ہیں۔ گاہکوں کے نہلانے دُھلانے کی خدمت اُن کے ذمے ہے
اِن کے سوا حمام میں چند ایک حجام اور بھی ہیں۔ یہ لوگ جنہوں
نے ہمارے پاؤں پر پانی کا کٹورہ گرایا تھا۔ ہم اُن کا مال بن گئے
ہیں۔ یعنی کوئی اور شخص ہماری خدمت کرنے کا حق نہیں رکھتا
یہ سن کر میں ہنس پڑا۔ مطالعہ کرنے والے خود سمجھ گئے ہونگے
مختصر یہ کہ اب ہمیں اتنا انتظار کرنا پڑا کہ حجام اُن سب گاہکوں کو
جو ہم سے پہلے تھے۔ کیسہ کرکے صابون سے نہلائے۔ اور پھر
ہماری نوبت آئے۔ میں نے دیکھا کہ چالیس پچاس گاہک ہیں
اور دس حجام۔ اس لئے کم از کم تین چار گھنٹے ہمیں اپنی
باری کے انتظار میں بیٹھنا پڑیگا۔ یوسف عمو نے کہا کہ میں تمہیں
خاصکر ان حالات کے دیکھنے کے لئے لایا ہوں۔ تاکہ تم سمجھ لو
کہ کل میں نے کیوں دیر کی تھی۔ میں نے کہا کہ نہایت عجیب بات
ہے۔ کیا ہر روز یہی حالت ہوتی ہے۔ یا صرف آج کے دن

جمعہ کی وجہ سے کو تعطیل کا دن ہے۔ اور لاگ حمام میں ٹوٹ پڑے ہیں۔ اس نے کہا کل بھی یہی حال تھا۔ کہتے ہیں۔ تمام شہر کے حماموں میں ہر روز یہی حال ہے جو دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا کہ ان مردوں نے کیوں اپنے ہاتھ پاؤں میں عورتوں کی طرح مہندی لگا رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کہتے ہیں کہ ایک سبب تو یہ ہے۔ کہ مہندی انسان کے ہاتھ پاؤں کو ہمیشہ نرم رکھتی ہے۔ اور دوسرا یہ کارِ ثواب ہے۔ میں نے کہا یہ سب باتیں بیکاری اور تن پروری (آرام طلبی) کی دلیل ہیں۔ کیا انہوں نے ثواب کے سب عملوں کو تمام کر لیا ہے۔ اور صرف مہندی لگانا باقی رہ گیا ہے۔ یہ لوگ حب الوطنی کی قدر نہیں سمجھتے خدمتِ وطن کی لذتوں سے نا آشنا ہیں۔ ان کی نظر کوتاہ اور ہمت پست ہے۔ کسی بھوکے کا پیٹ بھرنا مہندی لگا کر حمام میں سو رہنے سے ہزار درجہ زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ حسنِ اتفاق سے دو شخص حوض کے کنارے خضاب لگائے حقہ پی رہے تھے۔ میں نے ایک سے پوچھا آقا کیا آپ اسی شہر کے باشندے ہیں اس نے کہا ہاں میں نے کہا یہ سب لوگ جنہوں نے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگا رکھی ہے۔ ان کا مدعا کیا ہے۔ اُس نے میری طرف نہایت تعجب سے دیکھ کر کہا ایک تو یہ کارِ ثواب ہے۔ دوسرا انسان کے ہاتھ پاؤں نرم رکھتا ہے۔ میں نے اپنے درد بھرے دل سے ایک ٹھنڈی آہ کھینچ کر کہا۔ کوئی ایسی دوا بھی پیدا کرو۔ جو تمہارے دل کو نرم رکھے۔ تاکہ کچھ تو اپنے وطن کی

صفحہ

ترقی کے فکر اور اُس کے حقوق کی حفاظت کے درپے ہوجاؤ
اے غافل لوگو! تم نہائیت نازک اور خوفناک حالت میں پڑے
ہوئے ہو۔ کل کی بات ہے۔ کہ شیخ عبید اللہ کے ظلم کے چنگاڑے
نے اِس شہر کے اِرد گرد کے علاقے کے خشک وتر کو جلاکر راکھ
کا ڈھیر بنا دیا۔ آج تم اپنے خوبصورت ہاتھ پاؤں کو نرم کرنے
کے فکر میں لگے ہوئے ہو۔ آدہا دن حمام کے اندر ایسے کام
پر صرف کردیتے ہو۔جو محض عورتوں کے لایق ہے۔ اُس
شخص نے جواب میں کہا معلوم ہوا کہ تو عرب ہے۔ اپنی
خود نمائی (اپنا آپ دکھانا) کے لئے تو نے عجب جگہ پیدا کرلی
ہے۔کیونکہ عقلمندوں نے کہا ہے۔"مسافرت میں بلند پروازی
حمام میں تکبر اور خود نمائی"

اے مردکرد (کلمۂ تحقیر) تو خود کس قوم سے مشابہت رکھتا
ہے؟ اگر کسی پوشیدہ جگہ یا جنگل میں تیرے سر پر قضاء الٰہی
(موت) آجائے۔تو تیری لاش سے کون معلوم کریگا۔کہ تو کس
مذہب اور قوم سے تعلق رکھتا ہے۔کس دین اور شریعت کے
مطابق تیرا کفن اور دفن ہوگا؟ تیرے تمام اعضا میں مسلمانی
کا کوئی نشان نہیں۔ اگر حمامی کی جگہ پر میں ہوتا۔ تو تجھے
حمام میں راہ ہی نہ دیتا۔ میں نے دیکھا کہ معاملہ کسی اور جگہ
جا پہنچا ہے۔ تو اس وقت گفتگو کا سلسلہ ختم کرکے میں اپنے
کام (غسل وغیرہ) میں مشغول ہوگیا۔ میرا دل سخت بیزار
ہوا تو میں نے حجّام کو آواز دے کر بلایا اور حمامی کا حق

ادا کرکے ہیں اور یوسفؑ عمو حمام سے باہر نکل آئے۔

حصّۂ نظم

حصۂ نظم

"تیر اور کمان کا مناظرہ (جھگڑا)" صفحہ ۸

(۱) جب بادشاہ نے اُس تیر کو جو اُس نے کمان میں رکھا تھا چلایا تو وہ تیر آسمان پر جا لگا۔

(۲) تیر نے جب دیکھا کہ وہ کمان کے ظلم کی وجہ سے پادشاہ کی دست بوسی یعنی ہاتھ چومنے سے محروم رہ گیا ہے۔

(۳) تو اُس نے بے اختیار اپنے آپ کو آسمان سے گرا دیا۔ اور فی الفور اپنے آپ کو زمین پر دے مارا۔

(۴) اپنے آپ کو جنگ کے لئے آمادہ کرلیا۔ اور کمان سے کہا۔ اے ٹیڑھی بد وضع *

(۵) کبھی ٹیڑھے پن کی وجہ سے تجھے آگ میں رکھتے ہیں۔ اور کبھی تجھے کھینچ تان کے عذاب میں رکھتے ہیں *

(۶) تو بوڑھی ہے۔ اور تیرے سہارے کے لئے میرا قد یعنی میرا وجود) تیرے بڑھاپے کا عصا (لاٹھی) ہے *

(۷) میرے سوا تو بڑے نقصان میں ہے۔ کیونکہ اُس وقت کوئی تجھے ہاتھ میں بھی نہیں لیتا *

(۸) جب کوئی شخص تیر و کمان کا ذکر کرتا ہے۔ تو تیرا نام میرے

نام کے بعد لیتا ہے *

(۹) بہادروں کے بازوؤں کے آگے تو تنگ یعنی سبک ہے۔ باوجودیکہ تیرا وزن سو من ہے۔ (یعنے اگرچہ تو بہت بھاری ہے)

(۱۰) اپنی طرف تو مجھے زور سے نہ کھینچ کیونکہ (زور سے کھینچنے سے) تو مجھے دُور پھینک دے گی (یعنی میرا وجود تیرے لئے نہایت قیمتی ہے۔ اس لئے مجھے زور سے نہ کھینچ۔ بلکہ میرے ساتھ نرم سلوک کر)

(۱۱) جب کمان نے تیر سے یہ باتیں سُنیں تو (گویا) اُس کے دِل پر تیر کے زخم لگ گئے *

(۱۲) کمان نے کہا تو کب تک میری خستگی پر جو میرے بڑھاپے کی وجہ سے ہے طعن و تشنیع کرے گا۔ مجھے میری گوشہ گیری کا طعنہ مت مار *

(۱۳) توبھی جب بوڑھا ہو جائیگا تو اس کے بعد جلدی ٹوٹ جائیگا اور کسی کونے میں پڑا رہیگا *

(۱۴) اپنے آپکو آسمان پر اتنا مت چڑھا (یعنی تکبر نہ کر) اور دوسروں کے پروں کے بل پر اتنی بلند پروازی مت کر *

(۱۵) تو میرے ہی پہلو سے نکلکر شکار کرتا ہے۔ کار فرما (حکم کرنیوالی) میں ہوں اور تو کارکن (کام کرنے والا) ہے

(۱۶) لوگوں نے تجھے فتنہ انگیز دیکھا اس لئے انہوں نے تیرے سر پر ارہ کھینچ ڈالا ہے (نوٹ: تیر کا ایک سرا دندانے دار ہوتا ہے)

(۱۷) تو تیز اور سیدھا سانپ ہے۔ اور بچھو کی طرح سب کو دُم سے ڈستا ہے

(18) جس طرف تو جنگ کرتا ہُوا گزرتا ہے۔ زخم لگاتا جاتا ہے - اور تیزی

سے گزر جاتا ہے +

(۱۹) کئی دفعہ تو نشانے پر جا لگا ہے۔ مگر تو پھر ٹیڑھا نکل گیا ہے۔ اور نشان کو غلط کر گیا ہے +

(۲۰) جہان کے لوگ اس لئے نشانہ لگاتے ہیں کہ تجھے لیکر دُور پھینک دیں

(۲۱) تیر نے جب کمان کی بات کو سچ پایا۔ تو صلح کر لی۔ اور جنگ سے امان طلب کی +

(۲۲) پھر دوستی کا پیمان (عہد) باندھ لیا۔ اور محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ مِل گئے +

(۲۳) کوئی کام صُلح سے بہتر نہیں۔ اور جنگ سے بدتر بھی کوئی کام نہیں +

صفحہ۲۲ چوہے کا اونٹ کو کھینچکر لے جانا

مصنّف۔ مولانائے روم

در ربود = چھین لیا، اٹھا لیا ہ۔ رمِرے = برابری کرنا۔ بڑائی کرنا۔ لڑنا

(۱) ایک چوہے نے ایک اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے لی۔ اور تکبر سے چل پڑا +

(۲) اونٹ جب جلدی سے اُس کے ساتھ روانہ ہو پڑا۔ تو چوہا اِترانے لگا۔ کہ میں پہلوان ہوں +

(3) اُس نے اونٹ پر اپنا خیال ظاہر کیا۔ یعنے کہا کہ میں تجھے ربت کچھ

دکھاؤں گا۔ تو خوش رہ ✤

(۴) چلتے چلتے ایک بڑی نہر پر پہنچے۔ جس میں بہت بڑا ہاتھی بھی عاجز رہ جائے ✤

(5) چوہا وہاں ٹھیر گیا۔ اور سخت گھبرا گیا۔ تو اونٹ نے کہا۔ کہ ای پہاڑ اور جنگل میں میرے رفیقِ سفر۔

(۶) یہ تیرا ٹھیرنا اور حیران ہو جاتا کس لئے ہے۔ بہادروں کی طرح قدم رکھ اور نہر میں داخل ہو۔

(۷) اُس نے کہا کہ یہ پانی نہایت گہرا ہے۔ ای رفیق میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ڈوب نہ جاؤں ✤

ژرف = عمیق، گہرا ۔ غرقاب = آبِ عمیق = ڈباؤ پانی۔

(8) اونٹ نے کہا میں پانی کا اندازہ لگاتا ہوں۔ چنانچہ اوس نے جلدی سے اس میں پاؤں رکھ دیا ✤

(۹) کہا ای اندھے چوہے پانی تو گھٹنوں تک ہے۔ تو کس بات سے حیران ہو گیا ہے۔ اور تیری ہوش اُڑ گئی ہے۔

(۱۰) چوہے نے کہا تیرا چیونٹا میرے لئے اژدہا ہے۔ کیونکہ زانو زانو میں بھی فرق ہے۔ (یعنے جو چیز تجھے چیونٹے کے برابر دکھائی دیتی ہے۔ وہ میرے لئے اژدہا ہے۔ اور گھٹنے چھوٹے بڑے ہوا کرتے ہیں ✤

(۱۱) ای ہنرمند اگرچہ پانی تیرے گھٹنوں تک پہنچتا ہے۔ مگر میرے سر کی چوٹی پر سے بھی سو گز اوپر گزر جائیگا ✤

(۱۲) (اونٹ نے) کہا دوبارہ گستاخی نہ کرنا تاکہ اس شرارے (چنگارے

سے) تیرا جسم اور جان نہ جل جائے ✣

(۱۵) تو اپنے جیسے چوہے سے برابری کر۔ اونٹ سے چوہے کو کچھ نسبت نہیں ✣

زمانے کی شکایت

صفحہ ۸۴

مصنّف سعدیؒ

(۱) ایک کتا ایک دوسرے کتے سے زمانے کی شکایت کر رہا تھا کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ میں کیسا بد حال اور مسکین ہوں؟

(۲) نہ تو پرندوں کی طرح گھونسلا رکھتا ہوں۔ اور نہ چیونٹوں کی طرح غلہ۔ قناعت میری صفت ہے۔ اور صبر میرا قانون ہے۔

(3) اگر مجھے دیدیں تو کھا لیتا ہوں۔ ورنہ آزاد (بے غم) چلا جاتا ہوں انسانوں کی طرح میں غضبناک نہیں بیٹھتا ✣

(۴) مجھے نہ تو جاڑے کا سامان بستر ہے۔ نہ گرمیوں کا آرام۔ یہی پرانی پوستین (یعنے اپنا چمڑا) میرے لئے کافی ہے ✣

(۵) میں عبادتگاہوں اور خلوتخانوں میں اپنی جگہ نہیں بناتا۔ کیونکہ مٹی کے ڈھیلے میری جگہ ہیں۔ اور پتھر میرا تکیہ۔

(۶) اس شعر کا پہلا حرف "بہ" بمعنے عوض اور بدلہ ہے۔ اور اس کو "بائے عوضیہ" کہتے ہیں؛ (روپین (چھوٹا سا دوشاخہ

نیزہ جس کو ہندی میں "سیل" کہتے ہیں +
معنے:- بعوض اُس ایک لقمے کے جو میں کسی کے ہاتھ سے کھا لیتا ہوں۔ اگر بعد میں مجھے دوشاخے برچھے سے ماریں۔ تو جائز ہے (یعنے لوگوں کا قاعدہ ہے۔ کہ مجھے ایک لقمہ دیتے ہیں۔ اور پھر مار کر ہانک دیتے ہیں)
(۷) میں بلّی کی طرح لوگوں کے ہاتھ سے کوئی چیز جھپٹ کر نہیں لے جاتا۔ اور اگر کوئی چیز (زمین پر) گری ہوئی ہو تو اُسے ذرا ذرا چُن لیتا ہوں +
(۸) مقامِ رضا، صوفیوں کی اصطلاح میں وہ مرتبہ ہے جب کہ انسان ہر حال میں خواہ آرام میں ہو یا مصیبت میں تقدیر الٰہی پر راضی اور شاکر رہتا ہے؛ تل = ٹیلہ؛ سرگین = گوبر اور لید تلِ سرگین = مزبلہ، روڑی؛
معنے: اِس رضا کے مقام پر میری جگہ کون بیٹھ سکتا ہے۔ (کیونکہ) میری نظر میں باغ اور روڑی برابر ہیں +
(۹) جبکہ میری خصلت اس قسم کی اور عادت اس طرح کی ہے۔ تو پھر میں نے کیا (جرم) کیا ہے۔ کہ تھڑوں اور پھٹکار کے لایق ہوں +
(۱۰) (دوسرے کتے نے) جواب دیا اس سے بڑھ کر اپنی تعریف نہ کر کہ میری تحسین کرنے والی زبان تیرا وصف بیان کرنے سے شرمندہ ہوگئی ہے (یعنے مجھے تیری تعریف کرنے سے شرم آتی ہے)
(۱۱) نکوہیدہ = بُرا۔ زبون۔ زشت؛ غریب = مسافر، اوپرا۔

یہی دو بری خصلتیں تیرے لئے کافی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو مسافر کا دشمن اور مردار کھانے والا ہے ٭

"سرکنڈا اور چنار"

صفحہ ۵

چنار ایک قسم کا بہت بڑا درخت ہے۔ جس کے پتے انسان کے پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اوس کو "پنجہ چنار" بھی کہتے ہیں۔ سُنا ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال تک ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے کابل کے باغ بابر میں وہ چنار کا درخت بچشم خود دیکھا ہے۔ جس کے سائے میں بیٹھ کر شہنشاہ بابر عیش و نشاط کرتا اور بادہ خواری کے لطف اُٹھاتا تھا۔ اس درخت پر ابھی تک کُھنگی کے آثار نمودار نہیں ہوئے ٭

نے = پنجابی کانا اور سروٹ یا لفظِ نیشکر (گنا) بھی اسی سے مشتق ہے۔ نے قلم کو بھی کہتے ہیں یا نیزہ نے۔ بانسری یا

(۱) ایک دن چنار کے درخت نے سرکنڈے سے کہا۔ تجھے زیبا ہے۔ کہ تو آسمان کے برخلاف سخت شکوہ کرے ٭

(۲) ہمہ = صرف یا گراں قدر = بھاری ٭

اگرچہ صرف چڑیا کا بچہ ہی ہو۔ مگر تیرے لئے وہ ایک بھاری

بوجھ ہے +

(۳، ۴) کھلے میدان کی پاک نسیم (صاف ہوا) جب فضا سے آہستہ آہستہ حرکت کرے۔ اور پانی کی سطح پر چھوٹی چھوٹی لہریں ڈالے۔ تو تیرے سر کو زمین پر گرا دیتی ہے۔ (یعنے آسمان نے تجھے اس قدر کمزور بنایا ہے۔ کہ چڑیا کے بچے کا بوجھ اور نرم ہوا کا جھونکا تجھے زمین پر گرا دیتا ہے) +

(۵) میرے قد کو دیکھ کہ کس قدر بلند ہے۔ تو خود ہی کہدے گا۔ کہ کوہ قاف ہے +

(۶) اگر چہ تو نے مجھے اپنے سائے میں اُگایا ہے۔ (لیکن اب) ہمسائے کی طرح تو میرے پیروں کے نیچے ہوگیا ہے +

(۷) جب کہ میں آسمان کی گردش کی طرف دیکھتا ہوں (تو معلوم ہوتا ہے کہ) تجھ پر آسمان نے بڑا ظلم کیا ہے +

(۸) تبین۔ تفصیل کل لفظ "مہ" = بڑا، عظمت والا +

سرکنڈے نے کہا۔ اے عظمت والے مہربان تیرا سایہ ہمارے سر سے کم نہ ہو +

(۹) طینت = فطرت، اصلیت؛ نغز = عجیب، نادر +

جو کچھ تو نے کہا ہے۔ وہ تیری عجیب فطرت کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس خیال کو اپنے دماغ سے نکال دے +

(۱۰) کیونکہ تیرے لئے ہوا میری نسبت زیادہ خوفناک ہے۔ اور مجھے اس کا خوف بہ نسبت تیرے کم ہے +

(۱۱) کیونکہ اس نرمی کے سبب جو میں رکھتا ہوں۔ میں سر نیچے

جھکا لیتا ہوں۔ اور نہیں ٹوٹتا ☆

(۱۲) سرکنڈا ابھی یہ باتیں کر ہی رہا تھا۔ کہ ہوا نے افق سے اپنا رستہ کھولا (یعنے چل پڑی)

(۱۳) بادِ دیوانہ = بدمست آندھی، اس کو دیوانی اس لئے کہا گیا۔ کہ اسے نشیب و فراز کی کوئی تمیز نہیں ہوتی = دیوانی ہوا زنجیر سے کود پڑی اور چھوٹے بڑے پر حملہ آور ہوئی ☆

اس شعر میں لفظِ "زنجیر" دیوانگی کی مناسبت سے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ دیوانوں کو عموماً زنجیروں سے جکڑا کرتے ہیں ☆

(۱۴) سرکنڈے نے اپنا قد خم کر دیا۔ (یعنی جھکا دیا) لیکن درخت (چنار) مقابلے میں ویسے ہی کھڑا رہا ☆

(۱۵ و ۱۶) واژونہ = اُلٹا ☆

ہوا اس قدر تیز ہوگئی کہ اس نے اُس درخت کو جو گمراہی کے سبب اپنا سر چاند پر اور اپنا پاؤں مچھلی پر رگڑتا تھا۔ جگہ سے اکھاڑ دیا۔ اور اُسے اُلٹا دیا ☆

ماہ اور ماہی میں لفظی مناسبت تو ظاہر ہے۔ لفظِ ماہ (چاند) بہت بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور "ماہی" غایت پستی کو۔ اور اس سے مراد وہ مچھلی ہے۔ جو بعض کے نزدیک کُرۂ زمین کو اُٹھائے ہوئے۔ یا وہ فرضی مقناطیس ہے۔ جو قطب جنوبی اور قطب شمالی کے درمیان تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اُس کی شکل جیسے کہ اُس کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ مچھلی سے مشابہ ہے ☆

(۱۶) جو شخص دعوٰی سے گردن بلند کرے۔ (یعنی بلندی کا دعوی کرے) وُہ اپنے آپ کو گردن کے بل گرائیگا*

کدُو و چنار

صفحہ ۸۰

(۱) کہتے ہیں ایک چنار کے پہلو میں ایک کدو کی بیل اُگی۔ اور بیس دن کے عرصے میں اُس پر چڑھ گئی (یعنی اُس عرصے میں اُس کی چوٹی تک جا پہنچی)

(۲) اُس نے چنار سے پوچھا۔ کہ تیری عمر کتنے سال ہے۔ چنار نے کہا۔ میری عمر تیس سال سے زیادہ ہے*

(۳) کدُو نے اُس کو کہا۔ کہ میں بیس روز کے عرصے میں تیرے قد سے آگے بڑھ گیا ہوں۔ تو بتا کہ تیری سستی کا کیا سبب ہے*

(۴) چنار نے اُسے کیا ہی خُوب جواب دیا۔ کہ اس بات کو جانے دو۔ کیونکہ آج مجھے تیرے ساتھ نہ دشمنی ہے۔ نہ جھگڑا*

(۵) مہرگان = ایک رومی مہینے کا نام ہے۔ جس کی مدت ۱۶ ستمبر سے ۱۶ اکتوبر تک ہوتی ہے۔ اور اِس مہینے میں عموماً

تند اور تیز ہوائیں چلتی ہیں ✣
کل جب کہ مجھ پر اور تجھ پر مرگان کی تند ہوا چلے گی۔ تو اُس وقت ظاہر ہو جائیگا کہ مرد کون ہے اور نامرد کون ✣

چوہا اور بلّی

صفحہ ۸

(۱) اے عقلمند اور دانا شخص چوہے اور بلّی کے قصّے کو پڑھ
(۲) آسمان کی قضا (یعنے قضائے الہٰی) سے کرمان میں ایک اژدہا جیسی بلّی تھی ✣
(3) ہر روز شرابخانے میں چوہوں کے شکار کے لئے آیا کرتی تھی ✣
(۴) دفعتًا ایک چوہا شور کرتا ہوا دیوار پر سے شراب کے مٹکے پر کود پڑا ✣
(5) مٹکے میں سر ڈالکر (اُس نے) شراب پی اور گرجتے ہوئے شیر کی طرح مست ہو گیا ✣
(۶) اور کہا بلّی کہاں ہے۔ کہ میں اُس کا سر اُکھاڑ ڈالوں۔ اور اُس کے چمڑے میں بھُوسہ بھر دوں ✣
(۷) سوہان = ریتی یا چنگ = پنجہ، مراد ناخن یا بسوہان زدن = اوزار

کا تیز کرنا ✤

بلّی نے یہ بات سنی۔ اور دم نہ مارا (یعنے خاموش رہی مگر) اپنے ناخن اور دانت ریتی پر لگاتی رہی۔ یعنی تیز کرتی رہی ✤

(۸) دفعتًا جھپٹی اور چوہے کو پکڑ لیا۔ جیسا کہ چیتا پہاڑ میں اپنے شکار کو پکڑا کرتا ہے ✤

(۹) چوہے نے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں۔ میرا یہ گناہ معاف کر دے ✤

(۱۰) بلّی نے کہا جھوٹ نہ بک۔ میں تیرے مکر اور فریب کی باتیں نہیں سنونگی ؛ اس شعر میں "مگستر" کا لفظ بمعنے "نہ" استعمال ہوا ہے ✤

(۱۱) بلّی نے اُس چوہے کو مار ڈالا۔ اور کھالیا۔ اور ٹہلتی ٹہلتی مسجد کی طرف چلی گئی ✤

(۱۲) ہاتھ مُنہ دھو کر مسح کیا۔ اور مُلاؤں کی طرح وِرد و وظیفہ پڑھتی رہی ✤

(۱۳) (کہتی تھی) ای خداوند میں نے توبہ کی کہ (بعد ازیں) چوہے کو دانتوں سے نہیں پھاڑوں گی ✤

(۱۴) خلّاق = بڑا پیدا کرنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خالقُ سے ای میرے خالق میں اِس خونِ ناحق کے عوض دو من روٹیاں صدقہ دونگی ✤

(۱۵) لابہ = خوشامد، عاجزی؛ "تا بجدے" = حتّے کہ اُس نے بہت

زیادہ عاجزی اور منت سماجت کی حتّٰی کہ رو پڑی +
(۱۶) ایک چوہیا جو منبر کے پیچھے (چھپی ہوئی) تھی فوراً یہ خبر (دوسرے) چوہوں کے پاس لے گئی +
(۱۷) مژدگان جمع مژدہ = خوشخبری +
(تم سبکو) خوشخبری ہو - بلّی نے توبہ کرلی ہے - اور پرہیزگار اور متقی اور مسلمان بن گئی ہے +
(۱۸) جب یہ خبر چوہوں کو پہنچی تو سب کے سب خوش و خُرّم ہو گئے +
(۱۹) برگزیدہ = چُنا ہُوا، معتبر، معزّز؛ کتخدا = صاحب خانہ +
سات چُنے ہوئے (معتبر) چوہے نکلے (جن میں سے) ہر ایک صاحب خانہ (یعنی صاحب جائداد) اور زمیندار تھا +
(۲۰) الوان جمعِ لون = رنگ، لہٰذا الوان = رنگا رنگ +
اُن میں سے ہر ایک نے محبّت کے رُو سے بلّی کے لئے رنگا رنگ کے تحفے اٹھا لیے +
(۲۱) ایک نے شراب کا شیشہ ہاتھ میں لے لیا - اور دُوسرے نے بُھنا ہُوا گوسفند کے بچّے کا گوشت +
(۲۲) کشمش = ساؤگی، در اصل یہ لفظ سایگی ہے - کیونکہ انگورِ بیدانہ کو سائے میں خشک کیا جاتا ہے - اس کے مقابل سُرخ رنگ کشمش کو اہل زبان آفتابی کہتے ہیں کیونکہ وُہ دھوپ میں خُشک کی جاتی ہے - اور ہم پنجابی میں اُسے میوہ کہتے ہیں +

طشت ۔ تھال ؛ طشتک ۔ اسم تصغیر ہے۔ بمعنے تھالی ؛
طبق ۔ تھال +
معنے ۔ ایک نے کشمش سے بھری ہوئی تھالی اور دوسرے نے
کھجوروں کا تھال (اُٹھا لیا)
(۲۳) بلی نے جب چوہوں کو دیکھا کہ (خدا تعالٰی کا یہ فرمودہ
(تمہارا رزق آسمانوں میں ہے)
حق ہے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ
ہیں۔ لیکن شاعر نے بندشِ شعری کے لحاظ سے اِس کو
مقدم موخر لکھ دِیا ہے +
(۲۴) بلی نے دوسرے دِنوں میں خداوند تعالٰی کی رضا جوئی کے
لئے روزہ رکھا ہوا تھا +
(۲۵) جو شخص خداوند تعالٰی کا کام یقین سے کرتا ہے۔ اُس کی
روزی فراخ ہو جاتی ہے +
(۲۶) اس کے بعد کہا اے دوستو! چند قدم آگے تشریف لاؤ +
(۲۷) سب چوہے آگے بڑھ رہے تھے۔ مگر اُن کے بدن بید
کی طرح کانپ رہے تھے +
(۲۸) مبارز ۔ جنگجو بہادر ؛ روزِ میدان ۔ جنگ کا دِن
دفعتًا بلی چوہوں پر جھپٹ پڑی۔ جیسے کہ جنگجو بہادر لڑائی کے
دِن (حملہ کرتا ہے) +
(۲۹) چنگال ۔ پنجہ +
گرجنے والے شیر کی طرح وہ اِس پنجے میں اور وہ اُس پنجے میں

(پکڑ لیئے) اور ایک دانتوں میں دبا لیا +
(30) وہ دوسرے دو چوہے جو جان بچا کر لے گئے۔ فوراً انہوں
نے چوہوں کو یہ خبر پہنچا دی +
(31) اے چوہو! کِس لئے بیٹھے ہو! اے جوانو تمہارے سر پر خاک!
(32) بِلّی نے اپنے ناخنوں اور دانتوں سے پانچ رئیس چوہونکو
پھاڑ ڈالا ہے +
(33) پہلے تو ہر سال ہم میں سے (صرف) ایک چُوہا لیا کرتی تھی۔ مگر
اب اُس کی حرص بہت بڑھ گئی ہے +
(34) اب جبکہ (گناہوں سے) تائب اور مسلمان ہو گئی ہے۔ تو
پانچ پانچ اکٹھے پکڑ لیتی ہے +
(35) یہ عجیب و غریب قِصّہ عبید (عبید اللہ) زاکانی کی یادگار ہے
زاکانی = زاکان کا رہنے والا اور زاکان ایک قصبہ ہے
ایران میں +

ایک حریص اعرابی

صفحہ ۹

اعرابی = عرب کے بادیہ نشین لوگ جو اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں
انہیں اعرابی یا بدوی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ اہل شہر کے مقابل
عرب کے دیہاتی لوگوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جنہیں ہم

بدّو کہتے ہیں +

عرب = عرب کا رہنے والا، شہر کا باشندہ +

(۱) ایک عرب مکہ معظمہ اور شام کے درمیان روزی کمایا کرتا تھا۔

(۲) حضر = گھر میں رہنا، سفر کی ضد ہے +

مال کے حاصل کرنے اور ہنر سیکھنے کے لئے اُس نے گھر سے سفر کی طرف اسباب باندھا یعنے گھر سے سفر کی تیاری کی۔

(۳) کچھ عرصے تک پھرتا رہا۔ مگر اُسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر جلدی سے اپنے گھر کی طرف چل پڑا +

(۴) کچھ مدت تک جنگل کا راستہ کاٹتا رہا (یعنی طے کرتا رہا) حتّٰی کہ وطن سے ایک دن کے راستے پر پہنچ گیا +

(۵) ایک چمڑے کا تھیلہ کمر سے کھولا۔ جس میں گوشت اور روٹی تھی +

(۶) سرہ = خالص؛ بادیہ گرد = جنگل میں پھرنے والا +

جب وہ کھا آدمی کھانے پر بیٹھا۔ تو ایک بدو عرب وہاں آ پہنچا +

(۷) شنید = سونگھا؛ شمید = سونگھا؛ شنیدن اور شمیدن دونوں مصدر ہیں + بدو نے جب کھانے کی خوشبو سونگھی۔ تو آگے بڑھا اور کھڑے ہو کر سلام کیا۔

(۸) (اس شخص نے) سلام کا جواب دیا اور کہا تو کون ہے۔ اور میرے سامنے کس لئے آ کھڑا ہوا ہے +

(۹) دشت پیما = جنگل کو طے کرنے والا +

(بدو نے) کہا میں تیرے گھر کا نوکر ہوں۔ اور تیرے لئے ہی

سفر کرکے آیا ہوں +

(۱۰) (اس شخص نے) کہا تجھے میرے کنبے کا حال معلوم ہے

بدوی نے جواب میں کہا۔ ہاں +

(۱۱) (اس شخص نے) کہا میرا بیٹا احمدؐ کیسا ہے؟ جس کی

جدائی میں میرا دِل کباب ہو رہا ہے +

(۱۲) یزدان = خداوند تعالیٰ با مجوسیوں کے اعتقاد کے مطابق فاعلِ

خیر کو "یزدان" اور فاعلِ شر کو "اہرمن" کہتے ہیں۔

(بدوی نے) کہا خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے وُہ ایک

حُسن کا باغ ہے۔ جو نہایت خوش اور کِھلا ہُوا ہے +

(۱۳) اس شخص نے پُوچھا "احمدؐ کی ماں کا کیا حال ہے؟ جواب

دیا" احمدؐ سے سو گنا بہتر"،

(۱۴) ایوان = محل، کوٹھی، ہال کمرہ، بلند نشستگاہ +

اس نے پوچھا میرے محل اور کوٹھی کا کیا حال ہے۔ جس کے

غم میں میری فریاد آسمان تک جا پہنچی ہے +

(۱۵) کیوان = زحل، جو ایک نہایت بلند ستارہ تصوّر کیا جاتا ہے۔

جواب دیا وہ دِلکش محل اور کوٹھی (ایسی بارونق ہے۔ کہ)

کیوان کے دِل پر ایک رشک کا داغ ہے +

(۱۶) اس نے پُوچھا وُہ بوجھ اُٹھانے والا اُونٹ کِس طرح ہے۔

جس کے غم میں میرا دامن دریائے جیحون کی طرح ہے

(یعنی میں زار زار رو رہا ہوں)

(۱۷) اُس نے جواب دیا۔ وُہ ایسا پَلا ہُوا ہے۔ کہ اُس کی

پیٹھ کوہان کے برابر ہوگئی ہے +

(۱۸) پھر پوچھا وہ میرے دروازے کا کُتا کس طرح ہے۔جو میرے لئے شیرِ نر سے بھی بہتر ہے +

(۱۹) جواب دیا۔ وہ تیری دہلیز کی خاک ہے۔ (یعنے تیرے دروازے پر بیٹھا رہتا ہے) اور رات دن تیرے گھر کی نگہبانی کرتا ہے +

(۲۰) جب اِس عرب نے یہ تمام قِصہ سُن لیا۔ تو خاطرِ جمعی سے کھانے کی طرف مائل ہوا +

(۲۱) اِتنا کھایا کہ سیر ہوگیا۔ (مگر) بدو کو کچھ نہ دِیا۔ اور تھیلہ لپیٹ لیا۔ +

(۲۲) خساست = بخل ؛ جوع = بھوک +

بدوی نے جب اُس کے بخل کو دیکھا۔ تو بھوک کی تکلیف سے پیچ و تاب کھانے لگا +

(۲۳) اور اُس نے دیکھا۔ کہ دفعتًا بیابان کے کنارے سے ایک ہرن آیا۔ اور نہایت تیزی سے گزر گیا +

(۲۴) بدوی نے جب ہرن کو دیکھا۔ تو اُس کے خستہ (غمناک) دل سے آہ نکلی +

(۲۵) جب عرب نے وہ درد ناک آہ سُنی۔ تو اُس سے پوچھا۔ کہ یہ آہ کس واسطے تھی +

(۲۶ و ۲۷) بدوی نے کہا۔ اس سبب سے تھی۔ کہ اگر وہ تیرے دروازے کا کتا تیرے سر کا صدقہ نہ ہوگیا ہو۔ تا تو وہ اس وقت

اس ہرن کو جان بچا کر نہ جانے دینا +

(28ۂ) عرب نے کہا ای افسوس! وہ کتنا کس طرح مر گیا! بدوی نے
جواب دیا۔ کیونکہ اُس نے اونٹ کا خون بہت زیادہ پی
لیا تھا +

(29ۂ) (عرب نے) کہا یہ بتاؤ اونٹ کا خُون کِس نے گرایا اور
میرے سر پر خاک کس نے ڈالی +

(30) آب و آتش = حلوا مانڈا، یعنی وُہ کھانا جو کسی کی وفات کے
بعد تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ متوفی کے رُوح کو اُس کا
ثواب پہنچے +

جیسے بعض شہروں میں نانِ و حلوا تقسیم کرتے ہیں +
بدوی نے جواب دیا۔ تیرے قیمتی اونٹ کو اس لئے ذبح
کیا۔ کہ تیری بی بی کی وفات پر لوگوں کو کھانا کھلایا جائے

(31) عرب نے کہا ای افسوس میری بی بی کس طرح مرگئی۔ اور
اُس نے ہستی کے سامان کو کِس طرح خاک کے سپُرد کیا

(32ۂ) بدوی نے جواب دیا۔ کیونکہ اُس نے بیچارے احمدؔ کی وفات
کے غم میں اپنا سر زمین پر دے مارا +

(33) عرب نے کہا احمدؔ کس طرح گزر گیا۔ بدوی نے جواب دیا
اُس کے سر پر محل گر پڑا +

(34) جب بدوی نے (اپنے عزیزوں کی) جُدائی کا قِصّہ سُنا۔ تو
اپنے سر پہ خاک ڈالی۔ اور کپڑے پھاڑ ڈالے +

(35) اس کے بعد اُس نے اپنا راستہ لیا۔ اور چل دیا۔ اور بدوی

نے وہ روٹی اور گوشت اپنے آگے رکھ لیا۔(یعنی کھانے لگ گیا)
(36 و 37) لوائی = شاعر کا تخلّص ہے +
ای لوائی تو بھی بدوی کی طرح روٹی کی خاطر کسی کا مداح (تعریف کرنے والا) نہ بن۔کیونکہ اگر تیرا مدعا حاصل نہ ہو گا۔ تو (تیرا ممدوح) تیری زبان سے آرام نہیں پائیگا +

ایک باہمت پرندہ

صفحہ ۹۳

(۱) خاکی طلسم = دُنیا ؛ سُست بُنیاد = جس کی بُنیاد کمزور ہو۔ یعنے فناہ ہو جانے والی ! فرزانہ = عقلمند +
اِس فانی دُنیا میں ایک دفعہ میں نے اپنے عقلمند اُستاد سے سُنا +
(2) طرح ریختن یا طرح کردن یا طرح افشاندن = بنانا، بُنیاد ڈالنا +
کہ ایک خُوش آواز پرندے نے ایک باغ میں کسی شاخ پر گھونسلے کی بُنیاد ڈالی +
(3) بڑی محنت سے کُوڑا کرکٹ لانا اور سو امیدوں کے ساتھ اُس شاخ پر چُنتا جانا +
(4) شغف = محبت، درد، شوق +

جب کوئی خشک تنکا کانٹے پر اضافہ کرتا۔ تو بڑے شوق سے دلکش گیت گاتا +

(۶، ۷) گلبن = گلاب کا پودا +

جب وُہ وقت آیا کہ نصیب اُس کا مددگار ہو۔ اور اُس کی اُمید کا پھول پودے سے اُتر آئے۔ اور اُس مبارک جگہ میں اپنی رہایش اختیار کرے۔ اور اُس خوشنما۔ گھر میں خوش خوش بیٹھے +

(۷) دامن کشاں = ناز سے ٹہلتے ٹہلتے چلنا یا خراماں خراماں چلنا۔ +

تو دفعتًا ایک بادل چڑھ آیا۔ جس میں بڑے زور سے بجلی چمک رہی تھی +

(8) شرارہ = چنگاڑی ؛ کاشانہ = گھر، گھونسلہ +

اُس کے گھونسلے پر ایک ایسی چنگاری گری کہ اس بیچارے کی آرامگاہ بالکل جل گئی +

(9) تھوڑے ہی عرصے میں وہاں مُٹھی بھر راکھ کے سوا اُس گھونسلے کا کوئی نشان بھی (اُس چنگاڑی نے) نہ چھوڑا

(10) غم اندوز = غم پر غم لانے والا ؛ بازی = چال، حیلہ

جب (پرندے نے) غم پر غم لانے والے آسمان کی یہ چال دیکھی تو دل سے بجلی کی طرح جہان کو جلا دینے والی آہ کھینچی +

(11) دست = قوت ؛ پائے = مجال +

نہ یہ قوّت کہ آسمان سے جنگ کرے۔ اور نہ یہ مجال کہ
زمانے سے بھاگ جائے +

نہ ہاتھوں میں یہ طاقت کہ آسمان سے لڑے۔ نہ پاؤں میں یہ
قوّت کہ جہان سے نکل بھاگے +

(۱۲) کبھی تو اپنی حالت پر سخت روتا اور کبھی اپنی بدقسمتی پر ہنستا
(۱۳) اُس کا دل ہرچند کہ عجیب و غریب زخم رکھتا تھا۔ لیکن اُس
نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا +
(۱۴) میرفُت = ماضی استمراری از رُفتن و روبیدن بمعنے جھاڑو دینا۔
اپنے غمگین دل سے غُبار دھوتا تھا۔ اور اپنے آپ کو فریب (جھوٹی
تسلّی) دیتا تھا۔ اور کہتا تھا +
(۱۵) یہاں خاشاک سے مُراد گھونسلہ ہے۔
اگرچہ گھونسلہ مٹی سے بدل جائے۔ (یعنے تباہ اور خراب ہو
جائے) لیکن جب تک مٹی ہاتھ میں ہے۔ کچھ پرواہ نہیں +
(۱۶) اگر سارا مجھ سے چلا گیا ہے۔ تو چلا جائے۔ میں نئے سرے
سے اس (گھونسلے) کی بنیاد ڈالونگا +
(۱۷) خرمن = کھلیان، پنجابی پِیسَہ +
اگرچہ میرا خرمن بجلی کی وجہ سے میرے ہاتھ سے نکل گیا
ہے۔ لیکن خدا کا شکر کہ مٹھی بھر راکھ تو موجود ہے +
(۱۸) پہلو نہادن = سونا، لیٹنا +
میں گرم راکھ سے بستر بنا لونگا۔ اور اس طرح میں نرم

بسترے پر سوؤنگا +

سکندر اور دیو جانس کلبی

صفحہ ۹۹

(۱) یہ ایک عجیب حکایت ہے۔ اِس پر غور کر۔ ایک دِن سکندر اتفاق سے کہیں +

(۲) جا رہا تھا۔ اور تمام فوج اُس کے ساتھ تھی۔ اُس کی حشمت اور پادشاہت اور دبدبہ گویا کہ سب کچھ اُسکے ساتھ تھا +

(۳) اتفاقاً اُس کا گذر ایک ویرانے میں سے ہوا۔ جہاں ایک بوڑھے شخص نے ایک کھنڈر سے سر باہر نکالا

(۴) سکندر کی نظر میں دُور سے ایسا ہی دکھائی دیا کہ وُہ کوئی بوڑھا نہیں ہے۔ بلکہ ایک روشن سورج ہے۔ ایسے اُس کا چہرہ بڑا نورانی تھا)

(۵) پُوچھا کہ آخر یہ کیا معاملہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ کون ہے جو نظر آ رہا ہے +

(۶) دلگیر = دِل کو پکڑنے والا یعنے جس کے دیکھنے سے دِل سہم جائے ؛ مغاک = بڑا گڑھا +

اس سہمناک غار کے گوشے میں ایسے بوڑھے شخص کا
ہونا بے معنی نہ ہوگا *

(۷) سکندر خود اُس قبر جیسے گڑھے کی طرف چلا۔لیکن بوڑھے
نے اپنی حالت ذرا بھی نہ بدلی *

یہاں "وَقت" سے مراد وہ خاص حالت ہے۔جس میں
ما سوا اللہ سے دل ہٹا کر ذاتِ باری کی طرف دھیان
لگا ہوا ہوتا ہے *

(۸) جب اُس بوڑھے نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔تو یکا
یک سکندر نے بڑے دبدبے سے پُکار کر *

(۹) کہا اے بوڑھے تو جو اِس راستے کا غول بنا ہُوا ہے۔
کیوں اتنا بے پرواہ ہو کر اس راہ میں بیٹھا ہوا ہے

(۱۰) تو نے کیوں میری تعظیم نہیں کی۔کیا میرا نام سِکندر نہیں

(۱۱) بوڑھے نے اپنی حالتِ خاص سے نِکل کر بآوازِ بلند
کہا یہ سب (شان و شوکت جِس کا تو مدعی ہے) آدھے جو
کے برابر بھی قیمت نہیں پاتا *

(۱۲) پُشت=پناہ ؛ روئے عالم= قبلۂ عالم
نہ تو تُو جہان کے لوگوں کی پُشت و پناہ ہے۔اور نہ تو
اُن کا قبلہ ہے۔بلکہ اِنسان کی کھیتی میں سے صرف
ایک دانہ ہے *

(۱۳) میرے دو غلام جو حرص اور طمع ہیں۔ہمیشہ تجھ پر غالب
ہیں *

(۱۷) تو میرے ساتھ کیسے برابری کر سکتا ہے۔ جو کہ میرے غلاموں کا غلام ہے۔ یعنے حرص اور طمع کا +

شیخ شبلی اور چیونٹا

صفحہ ۹۷

(۱) رو = روش، سیرت ؛ مردانہ رو = جوانمرد ؛ سیرت کے معنے یہاں خصلت کے نہیں ہیں۔ بلکہ ہسٹری کے
اگر تو اچھا آدمی اور جوانمرد ہے تو اچھے لوگوں کا ایک واقعہ سُن +

(۲) شبلی رحمت اللہ علیہ ایک مشہور ولی اللہ گزرے ہیں کہ شبلیؒ گندم فروش کی دُکان سے گندم کی بوری اپنے کندھوں پر اُٹھا کر گاؤں میں لے گیا +

(۳) نگاہ کی تو گندم میں ایک چیونٹا دیکھا جو گھبرایا ہُوا ہر طرف دوڑ رہا تھا +

(۴) یارست کا مصدر یا رستن اور یاریدن ہے۔ بمعنے سکنا طاقت پانا +

ماویٰ = لوٹنے کی جگہ، گھر، وطن
اُس کی حالت پر رحم آنے کے سبب تمام رات نہ سو سکا۔ اُسے اُس کی جگہ پہ واپس لے گیا۔ اور کہا

(5) مورِ ریش = زخمی چیونٹا۔یعنی غمدیدہ +
مروت نہیں ہے۔کہ اس غمدیدہ چیونٹے کو اُس کی اپنی جگہ
سے پراگندہ یعنے پریشان کردوں +
(6) پراگندگاں = جن کے دل غم سے پریشان ہوں؛ جمعیت = دلجمعی
جمعدار = خاطر جمع رکھ؛ درون = دل
غمزدہ لوگوں کے دلوں کی دلجمعی کر۔تاکہ زمانے کی طرف سے
تیری خاطر بھی جمع رہے +
(7) تربت = قبر، یہ لفظ تراب (= مٹی) سے مشتق ہے
نیک اصل فردوسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ اُس کی پاک
قبر پر رحمت ہو +
(8) (محنت سے) دانہ اُٹھا کر لے جانے والے چیونٹے کو تکلیف
مت دے۔کیونکہ وہ آخر جان رکھتا ہے۔اور میٹھی جان
ہر کسی کو پیاری ہے +
(9) جو شخص یہ پسند کرے۔کہ چیونٹی کا دل آزردہ ہو۔ وہ
سیاہ دل اور ظالم ہے +
(10) کمزور کے سر پر اپنا زور آور ہاتھ مت مار۔کیونکہ
(ممکن ہے کہ) ایک دن تو اُس کے پاؤں میں چیونٹی کی
طرح (عاجز ہوکر) گر پڑے +
(11) میں نے مانا کہ تجھ سے زیادہ کمزور بہت لوگ ہیں۔ آخر
تجھ سے زیادہ طاقتور بھی تو کوئی ہے +